

<https://ezreaderschoice.com/>

Readers Choice Novels



Muborro Graphics

زيب النساء زيد ذوالفقار

نرمين النساء نريد ذو الفقار

نرمين النساء

نريد ذو الفقار

مکمل ناول

READERS CHOICE

نہن النساء خرید ذوالفقار

کہانی گاؤں سے شروع ہوتی ہے۔

گاؤں جو میری پہلی محبوبہ ہے اور اس جیسی محبوبہ کوئی دوسری نہیں ہے۔ ابھی اس محبوبہ نے گہرے سرمئی رنگ کا آنچل اوڑھ رکھا ہے جس کے دامن میں بے شمار ننھے ننھے پانیوں کے موتی چھپے ہیں۔ ہوا سے جھومتا وہ آنچل جب اس مہوش کے گھ سے سرکتا ہے تو کن من برسات برسنے لگتی ہے۔

بادل بارش تو زیب النساء کی پہلی محبت تھے۔ ادھر موسم کے تیور بدلے، ادھر اسکے بدن میں بجلیاں دوڑ جاتی تھیں۔ وہ پھر دوشیزہ رہتی نہیں تھی، ننھی سی کاکی بن جاتی تھی۔ حویلی کے اتے بڑے آنگن میں بھاگی بھاگی یہاں وہاں پھرتی رہتی اور اٹھکیلیاں کرتی۔ ہو بہو بچوں کے طریقے سے، آس پڑوس کے کھیلنے آئے بچوں کے ساتھ لڑی ڈالتی، کیکی کھیلتی اور جھومتی ہواؤں سنگ گاتی

"کالے بادل آئیں گے۔۔۔ آکر مینہ برسائیں گے۔۔۔"

کالے بادل آتے۔ خوب مینہ برساتے۔ اور اسکے لئے عید شب رات کا سامان کر جاتے۔

"نی زیو اندر آ۔۔۔ چھوٹی بچی ہے کیا تو؟؟؟ اتنی بڑھی ڈشکری اور دیکھ کیسے بچوں کے ساتھ بچی بنی ہوئی ہے۔ نی

زیو۔۔۔ میں کہتی ہوں اندر آ۔۔۔"

زیو بہری بن جاتی۔ سنی ان سنی کیسے اپنے من کی کرتی۔ کرتی اور بہت کچھ پر پھر ڈر بھی جاتی تھی۔ ورنہ تو حویلی کے کھلے کواڑ پار کرتی باہر کھیتوں میں نکل جاتی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہاں جہاں ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پہ تنے سرمئی آسمان سے ٹپ ٹپ برستی بوندیں سرسوں کے پیلے پھولوں کو
بو جھل کیئے رہتی تھیں۔ جہاں پانی کے شفاف نالوں سے پانی اچھل اچھل بہہ نکلتا اور چھوٹا سا سیلاب لے آتا۔ لیموں
کے پھولوں سے اٹھتی ترش خوشبو بھی بارش میں بھیگی ملتی تھی۔ وہاں دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے، وہ چاہتی کہ گم ہو
جاتی۔ کہیں کی کہیں پہنچ جاتی اور پھر کسی کو ڈھونڈے سے ناملتی۔ اور وہ چاہتی کہ۔۔۔۔۔

"نی زیو۔۔۔ آواں میں فیر؟؟؟؟؟"

دادی کی پکاریں تھیں جو اسکے قدموں کو زنجیر کیئے رکھتی تھیں۔ دادا کی گھوریاں تھیں جو اسے من کی کرنے سے
روک دیتی تھیں۔ من جو چھوٹا بچہ تھا اور نافرمانیوں پہ راضی رہتا تھا۔
گیلے بال جھٹکتی، کھینچ کھانچ قمیض سیدھی کرتی وہ برآمدہ پھلانگ جاتی۔ ایسے پیر پٹختے کہ بس اب کمرے سے نہیں
نکلے گی پر اگلے ہی پل کپڑے بدل پھر سے آمو جو دہوتی۔ پیسے مٹھی میں دبائے، بیسن لانے کے لئے ایک ایک کی
منت کرتی۔ ایسے میں ہمیشہ زین ہی اسکے کام آتا تھا۔ وہ اسکے سارے کام کر دیتا، بقایا رقم میں ہیر پھیر کیئے بغیر اچھی
سے اچھی چیز لا کر دیتا۔ ان سب چھوٹوں میں وہی تھا جسکے ساتھ اسے کوئی بھی شے بانٹنے میں اعتراض نہیں ہوتا تھا۔
وگر نہ تو اسکی اپنی چھوٹی بہن اور بھائی تک سے نہیں بنتی تھی۔

READERS CHOICE

رات گئے اس تک وہ بات پہنچی تھی۔ سنائی اسے گئی تھی تو کیسے ممکن تھا کہ وہ سن ناپاتی۔ بہری تھوڑی تھی۔
"سنائے پکوڑے بنے تھے۔ حویلی کے بچے بچے نے کھائے۔ افسوس کسی کو ہم ہی یاد نار ہے

نہن النساء نرید ذوالفقار

اسلام علیکم!

ہمارے اور گرد بہت سے کردار ہیں جن کو ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان کرداروں کو بخوبی لکھ سکتے ہیں تو اٹھائے قلم اور لکھ دیجئے ایک ایسی کہانی جو دلوں کو چھو لے اور ان کرداروں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کو بھی اجاگر کریں۔ ریڈرز چوائس

<https://ezreaderschoice.com> آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے کہ جہاں آپ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔ آج ہی ہمیں اپنی تحریر ارسال کریں جس کو ہم ایک ہفتے کے اندر اپنی ویب سائٹ اور دیگر سوشل میڈیا گروپ میں شامل کریں گے۔

مزید تفصیلات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

واٹس ایپ نمبر کے لیے ابھی میل کیجئے

Facebook ID: <https://www.facebook.com/mubarra1>

Email address: mobimalik83@gmail.com

Facebook groups : **Readers Choice,** "

احمر کے واپس آنے کا وہی وقت تھا۔ اسکی نوکری شہر میں تھی تو چھٹی کے بعد گھر آتے آتے مغرب ہو ہی جاتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے شہر میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ کمپنی کی طرف سے رہائش کی سہولت تھی پر وہ خود ہی وہاں نہیں رکتا تھا۔ اتنے سال گھر سے دور رہ کر پڑھائی کی تھی تو اب وہ ماں کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ ماں اسکے ساتھ شہر جانے پہ تیار نا ہوتی تھی تو وہ ہی مشقتیں جھیلنے کو تیار ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔ ہمیں بھول گئے ہیں کوئی بات نہیں۔ ہم نے تو یاد رکھنا ہے ناں۔ ہمارا تو فرض ہے۔ ہمیں تو یاد رکھنا ہی ہے"

اخبار میں لپٹی، شیرے سے بھری جلیبیاں جو اسکی پسند تھیں۔ وہ جانتا تھا بارش کے بعد اسکا جی کیسے کیسے مچلتا ہے۔ اب بھی اس تک لفافہ پہنچا کر، اس سے شکوے کرتا وہ اپنے پورشن میں لوٹ گیا تھا۔ زیب باورچی خانے میں آگئی۔ آٹے کی ڈرمی میں سب سے چھپا کر اس نے پکوڑوں کا مصالحہ چھپا رکھا تھا۔ دوسری بار مانگنے پہ سب کو کورا چٹا منع کرتی رہی کہ بیسن ہی اتنا سا تھا پر اسکے لئے بچا رکھا۔ اب فٹافٹ پکوڑے تل کر، خوان سے ڈھک تائی اماں کے پورشن میں بھجوا دیا۔ ساتھ کہلا بھیجا

"کہہ دینا اپنے احمر بھائی سے۔ زیب النساء کی زبعد میں آتی ہے پر احمر کا الف پہلے آتا ہے۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اب ایسا بھی نہیں تھا کہ دادی سے اسے بس جھڑ کے ملتے تھے۔ لاڈ بھی وہ پورے کر داتی تھی۔ ساری حویلی اور حویلی والے چھوڑ بال بنوانے وہ انکے پاس ہی آتی۔ بڑھیا سوئی ہوتی تو جگا دیتی، کوئی کام کر رہی ہوتی تو چھڑا دیتی۔ "نی رک جا۔ اے زیبو میں کہتی ہوں ٹھہر تو۔ وضو سے ہوں نماز پڑھنے دے۔ اچھا فرض تو پڑھ ہی لوں"

"پہلے میرے فرض پورے کریں"

فٹافٹ پیڑھی لیئے وہ قدموں میں آ بیٹھتی۔

"بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوتے دادی"

گھنٹوں بالوں میں تیل کی مالش کروا، چوٹیا گندھوا کر آخر میں دادی کے گلے میں بانہیں ڈال "میری اچھی دادی" کہہ کر غائب۔

دادی بھی بھلے سے لاکھ غصہ کرتیں، یوں ظاہر کرتیں کہ اسکی حرکتوں سے تنگ ہیں پر ہمیشہ دوسرے کے سامنے اسکا ہی ساتھ دیتی تھیں۔ تب بھی اسکی ہاں میں ہاں ملائی تھی جب اسکے ابا نے بی اے کے بعد آگے داخلہ لینے کے لیئے کہا تھا۔

READER'S CHOICE

"کیا کروں گی اتنا پڑھ کر میں ابا۔ کونسا نوکریاں کروانی ہیں آپ نے مجھ سے"

"میرا پتر اتنی دنیا ہے کیا کرتی ہے پڑھ لکھ کر؟ بس نوکریاں کرنے کے لیئے علم حاصل کرنا ہوتا ہے؟"

دادی نے دخل دیا

نہن النساء نرید ذوالفقار

"چل چھڈ بھی دے واصف۔ اس کو پڑھالے نکی کو۔ اسکی نہیں مرضی تو زبردستی کیا کرنی۔"

"ہاں دادی ایسا ہی ہے"

اس نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی

"آپ ہی کل کہہ رہی تھیں ناں کہ میرے بال سفید ہو رہے ہیں۔ میرے تو سر میں بھی درد رہنے لگا ہے، شاید نظر کمزور ہے۔"

تو دونوں نے مل کر مقدمہ جیت ہی لیا۔ پڑھائی چھوڑی تو اب گھر میں دکھائی دینے لگی۔ پہلے تو کالج ہوتی تو شام گئے لوٹتی تھی۔ اب دادی دھیان دینے لگیں۔ چپکے چپکے دادا سے کچھ کچھ کہتی تھیں۔ پھر ایک شام سب بڑوں کو اکٹھا بھی کر لیا۔

دادی نے ہی تائی امی سے کہا تھا۔

"ماں تو اسکی زندہ نہیں تو اسے میری ہی بیٹی سمجھ فہمیدہ۔ وہ ہوتی تو تم بہنیں بہنیں جو مرضی طے کر لیتیں، اب تو وہ مرتے مرتے یہ زمرہ داری میرے موڈھے ڈال گئی۔ مجھے تو نبھانی ہی ہے ناں"

سارے ہی بڑے موجود تھے۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"تیرا بیٹا ماشا اللہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہو گیا ہے۔ نوکری ہے، اپنا گھر ہے۔ میرے خیال سے تو دیری کی کوئی تنگ نہیں بنتی۔ یہ بچی کا باپ بھی موجود ہے، تو لڑکے کی ماں۔ میں کہتی ہوں مل بیٹھ کر ایک تاریخ طے کر لو۔ اللہ برکت ڈالے"

"آپ ہماری بڑی ہو ماں جی"

تائی امی نے کھنکار کر کہا تھا۔

"آپ کے ہوتے چھوٹوں کی کیا مجال کہ فیصلے کریں۔ آپ حکم کریں، میری طرف سے آمین ہے"

دادی نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر گردن موڑ کر واصل کو دیکھا

"تیری کیا رائے ہے؟ تو بھی کچھ بول آخر کو تیری بیٹی کی بات ہے"

انہوں نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ ویسے ہی جھکی گردن سے، دھیمی سی آواز میں بولے

"آپ کی رائے ہی فیصلہ ہے ماں جی"

اب کہ دادی نے دادا جی کو دیکھا۔ انہوں نے ہولے سے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ جواباً دادی نے اثبات میں سر ہلایا

"چلو پھر ٹھیک ہے۔ اللہ میرے بچوں کی حیاتی کرے، بس اگلے چاند کی پندرہویں تاریخ رکھ لیتے ہیں"

کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ ہوتا بھی کیوں، ویسے بھی اعتراض کرتا کون۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

سب سے بڑے بڑے آصف تایا تھا۔ وہ تو بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔ تائی امی ابھی جوان تھیں اور احمر انکی کوکھ میں تھا۔ دادا دادی نے تو کہا کہ بچے کے پیچھے ساری زندگی دان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارا بچہ چھوڑ جا اور آگے نئی زندگی شروع کر لیکن وہ نہیں مانیں۔ احمر بھی انکی زندگی کا کل دار و مدار بن کر رہ گیا تھا۔ پھر و اصف تایا تھے۔ زیب النساء انکی پہلی بیوی شبانہ سے تھی۔ اسکے فوت ہونے کے بعد دوسری شادی زینت سے ہوئی تھی۔ مہر النساء اور مہراں دو بچے تھے۔

سب سے چھوٹے ناصف چچا تھے۔ فاخرہ چچی کی بھی تائی جیسی ہی کہانی تھی۔ بیوگی کے بعد وہ اکلوتے بیٹے زین کے ساتھ حویلی میں ہی رہ گئی تھیں۔ حالانکہ اچھی پڑھی لکھی، شہر کی خوبصورت عورت تھیں۔ ایک خود مختار عورت پر اولاد کے لئے سب تیاگ دیا تھا۔

"مجھے پتہ ہے وہ کیا طے کرنے والے ہیں"

احمر نے چائے کا گھونٹ بھرا اور مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"سچ سچ بتائیے گا احمر۔ اس پنچائیت کے منعقد ہونے میں آپکا بھی ہاتھ ہے ناں"

زیب کو پکا پکا یقین تھا۔ وہ شہر گھر لے رہا تھا۔ دادی نے تائی کو منا ہی لینا تھا۔ وہ ماں اور دلہن کو لیکر ہی شفٹ ہوتا۔

"اب پڑھائی کو تو تم نے منہ بھر کر انکار کر دیا۔ تمہیں کسی اور ٹھکانے سے تو لگانا ہے ناں"

"ہونہہ"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ برامنا گئی۔

"میں کوئی ڈھور ڈنگر ہوں کہ کسی کھونٹے سے باندھنا ضرور ہے"

وہ اسکے پیچھے پیچھے باغیچے میں آ گیا۔ جب وہ امرود کے پیڑ کے پاس کھڑی، آنکھوں پہ ہاتھ کا چھجبانائے ڈالیوں کو دیکھ رہی تھی، وہ سمجھ گیا۔ چپکے سے چائے کا آخری گھونٹ بھر کر کپ رکھا اور درخت پہ چڑھنے لگا۔

"ہاں اس میں میرا ہاتھ ہے زیب"

وہ خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔ وہ جھولی میں پکے پھل بھر کر اتر اور اسے پیش کیے

"یہ تو ایک پھل ہے۔ کسی رات یونہی کھڑے ہو کر چاند کی اور اشارہ کرنا۔ اللہ کی قسم ہے اس رات کے بعد دنیا چاند کو تر سے گی"

زیب النساء نے اپنے کانوں کی لو کو متمتاتے پایا تھا۔

"وہ تمہیں نہیں، مجھے کھونٹے سے باندھ رہے ہیں۔ میرے جیسوں کو باندھا جاتا ہے زیب، میرے جیسوں کی قسمت جب عروج پہ پہنچتی ہے، یہ تب ہوتا ہے"

READERS CHOICE

"اچھا مطلب جو پڑھائی نا کرنا چاہے اسکی پھر شادی ہو جاتی ہے؟؟؟"

زین نے اچھنبے سے زیب کو دیکھا

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میں بھی امی کو کہتا ہوں مجھے اب اور نہیں پڑھنا لکھنا۔ پھر وہ میری بھی شادی کروادیں گی"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی

"سو جوتے مار کر ایک گنینی گی فاخرہ چاچی۔ کہہ کے دیکھو تا کہ پھر ہم بھی تماشہ دیکھیں"

اس نے منہ بسورا۔ آنکھیں رگڑیں اور دو فرضی آنسو بھی بہا ڈالے

"دوست یہ تو زیادتی کر دی۔ اب آپ میرا تماشہ لگو انا چاہتی ہیں۔ افسوس ہوا سن کر۔۔۔"

وہ پھر سے ہنس پڑی

"ڈرامے بازی نا کرو۔ یہ رونے کسی اور کو رو کر دکھاؤ۔ چاچی مان بھی جائیں میں تمہیں کبھی پڑھائی چھوڑنے نا

دوں۔ میٹرک میں ٹاپ کیا تھا، اب مجھے ایف ایس سی میں بھی چاہیئے۔ سمجھے؟"

"چلیں ٹھیک ہے۔ پھر میری شادی اسکے بعد آپ نے کروانی ہے"

"الہاتوبہ کتنا اتناؤ لا ہے یہ لڑکا۔ شرم کیا کرو لڑکے"

وہ مصنوعی غصے سے اسے دیکھ، داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اسے دکھاتا پچی کر گیا تھا۔

احمر آفس کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ ہونٹوں پہ بڑی پیاری سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ہولے ہولے کچھ گنگنا تا،

بالوں میں برش پھیرتا وہ آئینے میں خود کو دیکھتا بال سنوارتا رہا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

تبھی دروازے پہ دستک ہوئی۔ اس نے دیکھا دروازے میں بلال کھڑا تھا۔

"آجیار۔ بھلا بھائی کے کمرے میں آنے کے لئے بھی اجازتیں چاہیے ہوتی ہیں؟؟؟"

وہ جھینپا سا مسکرا دیا۔

"شہر میں کچھ کام تھا۔ امی کہتیں احمر نے آفس جانا تو ہے، اس کے ساتھ چلے جانا"

"ہاں ہاں کیوں نہیں"

برش ڈریسنگ پہ چھوڑ، احمر نے بیڈ پہ رکھا بیگ اٹھایا اور کندھے پہ ڈالا۔ اسے دیکھ کر بشارت سے مسکرایا اور اس کے کندھے کے گرد بازو لپیٹا۔ ایک شریف سا لڑکا، بے ضرر سا انسان۔

"اور کیسی جارہی ہے؟ تو نظر ہی نہیں آتا یار؟؟؟"

وہ دونوں ساتھ باہر نکلے تھے۔

وہ واصل تایا کے ساتھ زمینیں سنبھالتا تھا۔ پڑھائی میں تو وہ شروع سے ہی اچھا نہیں تھا۔ اس میں اس کی دلچسپی نہیں تھی البتہ کھیتوں کے کام میں ہمیشہ داد اور چچا کی مدد کرتا تھا۔ پھر جب اس سے تیسری بار میں بھی میٹرک پاس ناہو سکی تو خود ہی تائی فہمیدہ سے کہہ دیا کہ مجھے اب آگے نہیں پڑھنا ہے۔ پھر بس زمینوں پہ ہی جانے لگا اور بڑے احسن طریقے سے سارا کام سیکھتا رہا اور انکا بوجھ بانٹ لیا۔

"بس احمر بھائی زمینوں پہ ہی تھا۔ بوائی کا موسم ہے ناں، کوئی سر پہ کھڑانا ہو تو مزارعے ڈنڈی مار جاتے ہیں"

احمر نے ہنکارا بھرا

نہن النساء خرید ذوالفقار

"اچھی بات ہے، مصروف رہنا چاہیے پر گھر پہ بھی اور گھر والوں کو بھی وقت دینا چاہیے۔ اتنا مت کھا کر میرے بھائی"

وہ بانیک سٹارٹ کرنے لگا تھا۔

"اس اتوار کہیں باہر چلیں گے دونوں بھائی۔ شاپنگ اور کھانا باہر کھائیں گے۔ کوئی بکھیرے نا چھیڑ لینا اب اتوار کے لئے"

"ٹھیک ہو گیا"

اس نے آہستگی سے کہا اور بانیک پہ بیٹھ گیا تھا۔

انہوں نے گہری نظروں سے زیب کو دیکھا۔

وہ جوان نظروں کا ارتکاز محسوس کیے بغیر، اپنی موج میں مست، زین کے پاس بیٹھی، کسی بات پہ بڑی زور سے ہنسی تھی۔

شانوں پہ بکھری سیاہ زلفیں ہنسی کی کھنکھناہٹ کے ساتھ مسکراتی تھیں۔ اور وہ آنکھیں بھی تھیں جو کھلکھلا رہی تھیں۔ زین پھر سے کوئی لطیفہ سن رہا تھا۔ روشن زیرک شرارتی نظریں بمشکل قہقہے پہ قابو کیے ہوئی تھیں۔ زیب النساء مصنوعی غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

ان کی نظروں میں نفرت بھڑک اٹھی تھی۔ ہولے سے آنکھیں موند گہری سانس بھری۔ بند پلکوں کے پیچھے وہ مٹے مٹے منظر تھے۔

حویلی کا صحن۔۔۔ وہ چارپائی۔۔۔ سفید چادر میں ڈھکا وجود۔۔۔ جابجا خون کے دھبے۔۔۔۔۔ رونے کی آوازیں۔۔۔۔

انہوں نے جھرجھری لیکر آنکھیں کھولیں۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

محبت گہرے عنابی رنگ کی کوئی تتلی تھی جسکے پنکھ کناریوں پر سنہری سے تھے۔ وہ دیوانہ وار پنکھڑیاں چومتی، مدھر گیت گاتی آسمان میں تیرتی پھرتی تھی۔ وہ تتلی زیب النساء تھی۔

اسکے گہرے عنابی رنگوں میں جو سنہری رنگ تھا، اسکے تایازاد کی محبت کا تھا۔ وہ پنکھڑیاں جو سوندھی سوندھی خوشبو سے مہکتی تھیں، اسے اپنی اور کھینچتی تھیں، وہ بھی اسکے محبوب کی تھیں۔ اور وہ نیلا آسمان جس میں اسکی اڑان تھی، اسی کے نام تھا جسکا نام اسکی زبان کے پہلے حرف سے تھا۔ اس محبت نے کب جنم لیا یہ معمہ ہی رہا۔ ایسی پہیلی جسکا حل کوئی کوڑھ مغز بھی بوجھ لیتا پھر بھی وہ پہیلی ہی رہی۔ وہ پریت ایک بجھارت ہی رہی۔

زرد سرسوں میں دیر تک پھول چن کر اس لڑکے نے احتیاط سے ایک گلدستہ ترتیب دیا اور ساتھ ایک خط لکھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"زیب النساء کے نام"

جب اس لڑکی نے وہ وصولا تو فرض ٹھہرا کہ اسکا بدل دیا جائے۔ سو اس نے دل کو تحفہ دینے کی خاطر چن لیا۔ اس نے دل کو زرد پھولوں کے اس کھیت میں پایا اور ان پھولوں پہ منڈلاتے بھوروں کے بیچ دھڑکنوں کو سنا۔ تب جب جوانی کی کو نیل پھوٹی ہی تھی۔ ہلکی سبز اور بھوری کلی چٹخ کر کھلی تو معلوم پڑا ایک نئی شروعات ہونے کو ہے۔

زیب النساء رسالے پڑھتی تو ان کہانیوں کے ہیر و کور شک سے دیکھتی۔ خیالوں میں وہ ہیر و جب ایک عکس میں ڈھلتا تو وہ چہرہ احمر کا ہوتا تھا۔ شرما جاتی اور پھر دل کے ہاتھوں مجبور اسی ہیر و کی کہانی دوبارہ سے پڑھنے لگتی تھی۔ وہ عمر جب شاعری دل کو بھانے لگی۔ ڈائری کے صفحات پہ شعر لکھتے دن بتانے لگی۔ نصاب کی کتابوں میں چھپا چھپا کر پریم پتر رکھنے لگی۔

"میں نے دیکھا ہے، پانی کے شفاف کھالے کے پاس وہ جو توت کا پرانا درخت ہے، جسکی ڈالیاں لال سیاہ پھل سے بھری ہیں، اسکے تنے پہ کندہ وہ نام، میں نے دیکھا ہے۔ تم نے دیکھا ہے؟ کیا تمہیں بھی لگتا ہے کہ دنیا میں سب سے خوبصورت لفظ زیب النساء ہے؟"

اسے تو کچھ اور ہی لگتا تھا۔ وہ جو لگتا تھا، وہ اس نے وہیں، توت کی چھال پہ لکھ ڈالا تھا۔ اب آتے جاتے دیکھتے تھے، سوچتے تھے جانے کون احمر ہے، جانے کون زیب النساء ہے جنہیں محبت نے پمبھیری بنا گھما ڈالا ہے۔ تو کھالے کے پاس کہ جسکے پیندے میں نیلے پھولوں والی خود رواگی ہے، وہ درخت ہے جو محبت کی علامت ہے۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ منگنی کوئی ایسی باضابطہ بھی نہیں تھی پر ایسا بھی نہیں تھا کہ محض ہوائی بات تھی۔ رشتہ تو طے تھا۔ وہ تو تب سے طے ہے جب سے ایک کو دوسرے کی پسلی سے جنم دلوا یا گیا ہے۔ زبان تھی تو پکے والی تھی۔ یوں سمجھ لو کہ زیب کو احمر کا ہونا ہے ایسی ہی بات تھی کہ قیامت نے تو برپا ہونا ہی ہے۔ کئی بار وہ اسکے ساتھ بھیجی گئی۔ بنا جھجھکے، بنا سوچے کہ کیا سوچنا۔ جب وہ ہے ہی اسکی توا سے اسکا ہونے سے کیار و کنا۔ اسے اسکا کر دینے پہ کیسا سوچنا۔

تو کہانی بس یہی ہے۔

ایک ہیرو ہے اور ایک ہیروئن ہے۔ ایسی ہی کہانیاں ہوتی ہیں ناں۔ تو ایسی ہی ایک کہانی ہے۔ وہ اپنی ڈائری میں لال رنگ کے دل بناتی ہے، شاعری لکھتی ہے، کچھ اپنے جی کی باتیں لکھتی ہے اور پھر چپکے چپکے پڑھتی ہے۔ پڑھتے سے مسکراتی ہے اور پھر ہنس دیتی ہے۔ وہ جو دوسرا تھا، سارے جہان کی متاع اسکے اختیار میں دے دینا چاہتا تھا۔ پھول موتی کا بچ سونا۔ عید شب رات پہلی چیز وہ اسکے لئے خریدتا تھا۔ موسم بدلا تو پہلا خیال زیب النساء کا آیا، اسکے آرام کا آیا۔ وہ اسکے لئے کیا کچھ کر دے، اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ تو محبت بڑی بے سمجھ ہے۔ بڑی سمجھدار سی بیوقوف ہے۔

READERS CHOICE

نہن النساء خرید ذوالفقار

حویلی کو بڑی پیاری روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ لال ہری زرد مرچیں اور قوس قزح کے سے برقی قمقمے۔ پیلے سبز ریشمی کپڑوں کے خوبصورت آویزے اور گلابوں کی لڑیاں۔ اونچے کنگروں سے لٹکے گیندے کے پھول اور چھجھوں سے لٹکے موتیے کے پھول۔

مٹھائی کے ٹوکڑے مٹھاس سے لبالب تھے۔ پیچھے باغیچے کے سامنے کچے میں دادا نے نائی بلوالیئے تھے۔ دیگوں کی ٹن ٹن، جلتی لکڑیوں سے اٹھتا دھواں اور کچی پیاز کی مہک۔

دادا نے سارا کچھ اس سے پوچھ پوچھ کر کیا تھا۔

"میرا یتیم پتر ہے۔ یہ ناسوچے کہ باپ سر پہ نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے۔ میں ہوں ناں پتر۔ کچھ نہیں سوچنا ہے۔ ناں، زراوی نہیں۔ میرے پتر کاویا یتیموں کی طرح ہونا بھی نہیں ہے" وہ آہ بھرتے اور پھر کچھ سوچنے لگتے۔

"کتنے جنازے دیکھے اس بچاری حویلی نے۔ بس رونے بیٹنے سنے ہیں۔ ماتم تے ہائے ہائے۔ ناں ناں۔ اتنے عرصے بعد تو خوشی کا موقع ہے، اب ارمان دل میں نارکھو۔ دس پتر ہور کی ہووے؟؟؟؟"

وہ جی جان سے پوچھتے۔ چاہتے کہ وہ کہہ دے سونا چاندی تو حویلی کو سنہرا چاندی جیسا کر دیں۔

"کونسا میرے اکیلے کی شادی ہے، زیب النساء سے بھی تو پوچھیں۔ اسکے بھی تو ارمان ہوں گے"

نہن النساء خرید ذوالفقار

ویسے تو اسکے ارمان تبھی پورے ہو گئے تھے جب اسے احمد دینے کا فیصلہ ہوا تھا۔ باقی جو بچے تھے وہ احمد نے چن چن کر پورے کر دیئے تھے۔ اب تو ایسا تھا کہ اسکی خواہش اسکے سوچنے سے پہلے پوری کرتا تھا۔ اسکی پسند کے کپڑوں کے ڈھیر تھے، زیورات کے انبار تھے۔

"تم نئے زمانے کے بچے ہو، ہمارے زمانے گزر گئے۔ اب وہی پرانے وقت تم پہ کیوں ٹھونسیں پتر۔ اپنی مرضی کی خریداری کرنا۔ جو اوڑھنا پہننا ہے، اپنی مرضی سے لے لے۔۔۔"

کسی دفعہ یوں ناہوا کہ تائی نے بازار جاتے اسے ساتھ نالیا ہو۔ انہیں تو اسے احمد کے ساتھ بھیجنے میں بھی کوئی عار نہیں تھی۔ حویلی والوں کی سوچ اسکے آنگن جیسی ہی وسیع تھی۔ ویسا جیسا اعتبار تھا۔ دور تک صاف نظر آتا تھا۔

"تم کسی کوئلے کی کان سے آئے ہو کیا؟؟؟ یہ کپڑوں کو کیا کیا ہے؟؟؟"

زین کسی کام سے اندر آیا تھا۔ زیب وہیں برآمدے میں بیٹھی مہندی لگوا رہی تھی۔ اسکی قمیض پہ یہ اتنی بڑی کالش لگی ہوئی تھی۔ اسے تو پتہ بھی شلڈاب چلا پہ فنکار نے موقع ہاتھ سے ناجانے دیا۔ مسمی سی صورت بنائی۔

"ہاں ہاں جگتیں مار لیں۔ دیکھیں صبح سے کام کر کر کے کیا حالت ہو گئی۔ بھوک سے پیٹ میں چوہے بھی اب بکریاں بن چکے ہیں"

وہ ہمیشہ اسکی فنکاریاں سچ سمجھ بیٹھتی تھی۔ مہندی چھوڑ چھاڑاٹھ کھڑی ہوئی۔ لگانے والی ارے ارے کہتی رہ گئی۔ پلیٹ بھر مٹھائی لئیے لوٹی تو پھول خراب ہو چکے تھے۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

"اری بیوقوف ساری محنت ضائع۔۔۔"

اسکی بلا سے۔ وہ بھی جھینپ سا گیا۔ یہ تو نہیں چاہا تھا کہ زیب کے پھول اسکی وجہ سے خراب ہوں۔ پر زیب کو غم نہیں تھا۔

زین کی تو پھر بات ہی کچھ اور تھی۔

حالانکہ مہراں اسکا اپنا بھائی تھا، زین کا ہم عمر پر زیب النساء نے اس پہ اور سب پہ ہمیشہ اپنے اس چچا زاد کو فوقیت دی تھی۔ اپنے سارے کزنوں میں وہ اسے سب سے پیارا، سب سے عزیز تھا۔ گھر اور گھر والوں میں وہ سب سے زیادہ اسکا خیال رکھتی تھی۔ اسکی ہر خوشی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی اور اسکے ہر الم کو اپنا مان کر دکھی ہوتی تھی۔ تو زین بس اسکا کزن نہیں تھا۔

اسکا بھائی، اسکا دوست، اسکا غمگسار، اسکا ساتھی تھا۔ اور یہ سب یکطرفہ ہر گز نہیں تھا۔ محبت کا مزہ تو تبھی ہے جب وہ دوطرفہ ہو۔ انس کا بدلہ انس کے سوا کچھ اور ناہو تب ہی تو راحت ہے۔ اس رشتے کو تقویت تبھی تو حاصل تھی۔ وہ اسکی بس تایا زاد نہیں تھی۔ اسکی بہن، اسکی دوست، اسکی غمگسار، اسکی ساتھی بھی تھی۔ ہوش سنبھالنے سے ہوش بھلانے تک، بس وہ ہی تھی۔ اسکے ساتھ جو گزری تھی، وہ زندگی کمال کی تھی۔ کھینٹوں کھلیانوں میں جب بہاریں آتی تھیں، جب خزائیں آنسو بہاتی تھیں، جب کہرا پڑتا تھا اور جب سورج شعلے اگلتا تھا، وہ اسکے ساتھ تھی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

کما دکی فصل کاٹی جاتی۔ سارا پنڈ جمع ہوتا تھا۔ گنے کارس پیا جاتا، رو سے گرہنتا اور ہر طرف چاشنی کی باس پھیل جاتی۔ بیلنے کے گرد بیل گول گھومتا اور وہ سب بچے دلچسپی سے وہ محلول جمع ہوتے دیکھتے تھے۔ اتے بڑے کڑا ہے میں اسے پکا یا جاتا، گنوں کو اس کڑا ہے میں ڈبو کر وہ چیرا کھاتے دانت کبھی نہیں دکھے تھے۔ گر کی پیسیاں بنائی جاتیں جن میں کئی قسمی میوہ ملا یا جاتا۔ تو ہوتے تو سبھی بچے تھے پر زین ہمیشہ زیب کے ساتھ ہی ملتا تھا۔ مہراں لوگوں کی ماں کو فکر ہوتی کہ بچے آگے پیچھے ناہو جائیں پر چچی مطمئن ہوتی تھیں۔ زیب ہے ناں، وہ زین کو گم ہونے نہیں دے گی۔ پھر بارش پڑتی۔

اونچے اونچے درختوں کی چھتری سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا۔ کھالے کی نمدار ریت ملی مٹی میں وہ گھنٹوں گھروندے بناتے۔ گھر پھول لڈو اور کیا کیا۔ بارش تیز ہوتی جاتی اور ہر ریت مٹی کے گھر بہہ جاتے۔ وہ بچے وہیں کناور مسسبی کے درختوں میں لگن میٹی کھیلتے۔ لیموں کے تنے سے لپٹے ماکھی سے ڈرتے، ریت کے بٹے پہ بیویوں سے پھل جھاڑتے شام گئے گھر لوٹتے تھے۔ تب سارے دن کا بھیگنا جب بخار بن کر لوٹتا تو وہی ہوتی تھی۔ اکثر ساری ساری رات اسکا سرد باقی ہوئی، وہیں چچی کے پاس موجود درہتی تھی۔ تو تبھی زین کی بات ہی کچھ اور تھی۔ کیونکہ زیب کی بات ہی کچھ اور تھی۔ جب بچے چھینا جھپٹی سے دوسروں کے حصے ہتھیا نے کو پھرتے، وہ اپنے حصے کے دو کرتا نظر آتا تھا۔ جب دادی یا گھر میں کوئی بات بے بات اسے جھڑکتا، وہ بڑوں چھوٹوں سے لٹا کے لیتا ملتا۔ "میں بھی چلا جاؤں گا، زیب کو بھی لے جاؤں گا۔ ڈانٹتے رہنا پھر ہمیں"

زین النساء خرید ذوالفقار

اسکی کتنی لڑائیاں زین نے لڑیں، اسکی کتنی ہی جنگیں زین نے جیتی تھیں۔

رات کو مہندی تھی۔

شام سے ہی پھیکے نیلگوں آسمان میں نارنجی زرد دلیاں تیر رہی تھیں۔ ہوا کے جھونکے ایسے تند ناتھے کہ سجاٹیں اکھیر پھینکتے پر مریل بھی نہیں تھے۔ چھجے سے لٹکی گیندے کی لڑیاں ہولے ہولے ہلتی تھیں۔

زیب النساء نے دھلے ہاتھوں پہ پھیلے نقش و نگار بغور دیکھے۔ زرا سے پھیل چکے پھول نئے نقوش تلے دفن ہو چکے تھے۔ بیڈ پہ گوٹے چمپے اور پھولوں سے سجے زیورات رکھے تھے۔ امی کہہ گئی تھیں کہ پار لروالی کچھ دیر میں آنے والی ہے۔ اسکا استری شدہ جوڑا مہر النساء احتیاط سے پلنگ پہ پھیلا گئی تھی۔

"تم بھی تو میرے جیسا پہن رہی ہوناں؟"

زیب النساء کے سوال پہ اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"نیلا والا۔"

"کیوں؟ مہندی پہ تو میرے جیسا نارنجی والا تھاناں"

"بس ویسے ہی دل کیا کہ نیلا پہنوں"

اس نے سر سری لہجے میں کہا۔ زیب بغور کھڑی اسے ہی دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ اسکی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی

نہین النساء خرید ذو الفقار

"کیا؟"

"یہ تمہارا دل نیلا پہننے کو تب ہی کیوں کیا جب زین نے کہا کہ اتنے سارے ایک سارے رنگوں نے درمیان کسی کو نیلا بھی پہننا چاہیے؟؟؟؟؟ اُسکا پسندیدہ رنگ"

وہ جُزبُز ہو کر نظریں چراگئی۔ زیب النساء کے چہرے پہ ایک مسکراہٹ پھیل گئی
"اچھا تو یہ بات ہے"

مہر لال چہرہ لئیے کمرے سے بھاگ گئی تھی۔ زیب النساء کے لئے یہ اچھنبے کے بات تھی۔ جانے یہ کب سے تھا، پر آج اس نے اپنی چھوٹی بہن کی آنکھوں میں زین کا نام پڑھا تھا۔

اس بچے نے وہ رقعہ اسے دیا تھا۔

"احمر بھائی نے کہا ہے دلہن کو دینا ہے۔ آپ دلہن ہوناں؟؟؟؟؟"

زیب النساء نے ورق سیدھا کیا۔ بس ایک نام، وہ نام جسکے بارے میں احمر کہتا تھا کہ دنیا کا سب سے خوبصورت نام ہے۔ وہ بھی مانتی تھی تب جب وہ اس کا نام لکھتا تھا۔ کھالے کی خشک پڑتی ریت پہ انگلی سے یا توت کی نرم کھال پہ۔ گلابوں کی لال پتیوں سے حویلی کے انگنے میں یا سرسوں کے گچھوں سے گندم کے سبز کھیت میں۔ وہ نام بس پھر نام نہیں رہتا تھا، پوری بات بن جاتی تھی۔
اب بھی وہ اس کی بات سمجھ گئی۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

جب آئینے کے سامنے دلہن بنی بیٹھی، ماتھے پہ سجے ٹیکے کو، گلے میں پڑی مالا کو، کھن کھن کرتی چوڑیوں کو دیکھ رہی تھی، وہ اسکی لکھی ز سے خود کو زیبا بننے دیکھ رہی تھی۔ اسکی ی کہہ رہی تھی یہ ہی تو ساری کہانی ہے۔ ب اسکی بے بسی کا قصہ سن رہا تھا کہ وہ پاس ہوتے ہوئے بھی پاس نہیں آسکتا تھا۔ الف تو پھر سارا کا سارا اسکا تھاناں۔ ن کا سارا نارنجی پن اس شام میں ڈھل چکا تھا۔ س سے وہ کہہ رہا تھا کہ کل کی سرمئی صبح ہوگی جسکی شام کے بعد کوئی فراق کی رات نہیں ہوگی۔ اور پھر الف تھا۔ اور پھر احمر تھا۔ بس وہی تھا۔

حویلی کے صحن میں ہی شامیانہ لگا کر مہندی کی رسم کے لئے سجاوٹیں کی گئی تھیں۔ آس پڑوس سے آئی مہمان لڑکیاں وہیں پنڈال میں دائرہ بنائے، ڈھولکی لئے بیٹھی تھیں۔ ملن کے گیت، ٹپے، چھوٹے چھوٹے چٹکے جو مصرعوں میں ڈھل چکے تھے۔ خوشی کی باتیں، دعائیں اور نیک تمنائیں۔ بچے لپاڑے بھنگڑا ڈالتے، ایک دوسرے ساتھ مل کر ناچتے اور ہنسی ٹھٹھہ کرتے۔

نائی دیگ پہ ٹھن ٹھن کرتا جانے کیا بتا رہا تھا۔ حالانکہ اسکی ضرورت نہیں تھی، جو اسے کہنا تھا وہ فضا میں گھلی خوشبوئیں اچھے سے کہہ رہی تھیں۔ زردہ دادی کی فرمائش پہ تھا۔

"یہ کشر ڈشستر ڈبنواتے رہنا ویسے پہ، میل کی روٹی میں تو بکرے کا گوشت نال زردہ۔ دیسی گھی کی چاشن والا، اندر چھوارے، سیب گاجر دے مرے تے رس گلے"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اب بھوک لگنے لگی تھی۔ گرم گرم سالن کی تیکھی سی خوشبو حواسوں پہ نشہ سا کرنے لگی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے حویلی مہمانوں سے بھر گئی تھی۔ قریباً قریباً سارے مہمان آگئے تھے۔ شامیانے تلے پنڈال بھر گیا۔ رسم کی تیاریاں مکمل تھیں۔

اب دلہن کو آوازیں دی جانے لگیں۔

مہر النساء سب سے پہلی تھی جو اس کے کمرے سے خالی واپس لوٹی تھی
"باجی کمرے میں نہیں ہیں"

امی اٹھیں۔ چچی بھی انکے ساتھ تھیں۔ کمرہ واقعی خالی تھا۔ بغل کے کمرے، رسوائی اور پچھلا سٹور تک دیکھ لیا۔ زیب النساء کہیں نہیں تھی۔ فضا میں پھیلی کھانے کی خوشبو میں اب پریشانی گھلنے لگی تھی۔ تائی اماں کا پورشن دیکھا گیا، چچی نے زین کو بھیجا کہ اپنی طرف دیکھے۔ نفی میں ہلتے فکر مند چہرے۔
"زیب النساء"

سب سے بھاری آواز ابو کی تھی۔ مہراں زین وغیرہ باہر بھی دیکھنے چلے گئے۔ تب اچاری گوشت کی تیز خوشبو سے الجھن ہونے لگی۔ گیندے کی ہوا سے ہلتی لڑیوں سے وحشت محسوس ہونے لگی۔ ڈھولک چپ ہو گئی۔ گیت گونگے ہو گئے۔ دادی کا کیجہ پہ ہاتھ پڑا تب۔۔۔۔

تب جب کوئی اوپر کودوڑا۔ اندھیرے میں وہ پکار سنائی دی۔ دوڑتے قدم سیڑھیوں کی اور دوڑے تھے۔
"زیب النساء"

نہن النساء خرید ذوالفقار

کہنے والا کہتا تھا وہ دنیا کا سب سے خوبصورت نام ہے۔ پر وہ کہنے والی کے ساتھ نہیں تھی۔ وہ جو کہنے والے کا منہ بولا
بھائی تھا۔ وہ جو الف کے بعد آتا تھا۔
"بلال۔۔۔۔۔"

رات کو اندھیرا کھا گیا ہے کہ وہ ہر ہر عیب کو ڈھانپ لے۔ اپنی تاریکی میں تاریکیاں لپیٹ لے۔ اندھیرا رہتا تو خیر تھی
پر خیر نارہی۔ شر برسنے لگا تھا۔
برقی قمقموں کی روشنی اتنی ضرور تھی وہ دونوں فوس چھت کے اس کونے میں دیکھے جاسکتے تھے۔ وہ اسکی بانہوں میں
تھی اور گھبرائی ہوئی تھی۔ بلال کے سراپے پہ نظر ڈالتے ہی اسکی حالت بھی سمجھ میں آ جاتی تھی۔
"بلال۔۔۔۔۔"

وہ حیرانی کی آخری حد تھی۔ وہ ایک لفظ، وہ ایک نام۔ باقی کچھ نہیں۔
زیب النساء باپ کی نظروں میں بے یقینی پڑھ گئی جبھی تو تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ خود کو اس جگہ پایا اور سمجھ لیا کہ وہ
کیا سمجھ رہے ہیں۔
"ابا نہیں۔۔۔۔۔ م۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔ ک۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوا ابا۔۔۔۔۔ نن۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

جو ہوا، ہو چکا۔ جو دیکھا گیا، دیکھا جا چکا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھے اور بلال کے منہ پہ تھپڑ رسید کیا تھا۔ ایسا کاری کہ وہ

مرد کا بچہ گال پہ ہاتھ رکھ کئی قدم پیچھے ہٹا

"بے غیرت، تو ہی چور نکلا۔۔۔"

"ابا نہیں۔۔۔"

اب وہ اسکی طرف مڑے تھے۔ آنکھیں میں بے یقینی لالیاں بنی تیر رہی تھیں۔

"میں چور نہیں ہوں ابا"

وہ رو پڑی تھی۔ اتنے موٹے موٹے آنسو اسکے گالوں پہ بہہ نکلے تھے۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ابا۔ میں نے کچھ۔۔۔"

انہوں نے اسکی کلائی جکڑی اور گھسیٹتے ہوئے نیچے کی طرف لے جانے کے لئے بڑھے تھے۔ تبھی انکی پشت پہ بلال

نے پکار کر کہا تھا۔

"ہماری محبت پہ زبردستی نہیں کر سکتے آپ"

وہ آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ حویلی میں سب نے سنا تھا۔ ایک ایک فرد جو کہ سماعت رکھتا تھا جان گیا کہ "ہماری"

کہا گیا اور ہاں "محبت" کی بات بھی ہوئی ہے۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ کوئی گناہ کوئی چوری نہیں کی ہے۔ میں نے اس سے اور اس نے مجھ سے محبت کی ہے بڑے ابا۔"

وہ سینہ تان کر کھڑا کہہ رہا تھا۔

"رو کیوں رہی ہو؟؟؟ نہیں میری جان، بس کرو۔ رونے کے، ڈرنے کے دن گئے، سرتان کر فخر سے بتاؤ کہ ہاں ہم نے محبت کی ہے۔ کی ہے"

زیب النساء نے نفی میں سر ہلایا

"ابا یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے نہیں۔۔۔۔۔"

"ان سے ڈر رہی ہو؟؟؟؟ ان سے کیا ڈرنا۔ یہ زبردستی کے رشتے بناتے ہیں یا ترحم کے۔ اللہ واسطے کی محبتوں کا کیا کرنا میری جان۔ غور سے دیکھو، میں اور تم ایک سے ہیں، وہ رنگ جوان سے میل نہیں کھاتا ہے۔ ہم ان میں سے نہیں ہیں، تسلیم کرو"

وہ بولتا چلا گیا۔ وہ مسلسل روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ دادا جی۔۔۔ ابا یہ جھوٹ بول رہا ہے"

وہ تائی امی کو دیکھتا زہر خند لہجے میں بول رہا تھا۔

"لے پالک بیٹے کا حق چھین کر ہمیشہ اپنے بیٹے کو دیا آپ نے۔ بچپن سے آج تک، ہر ہر بار میرا حصہ، میری شے

اسے دی گئی، میں نے اف نہیں کی۔ امی، میری محبت بھی اسے دیدی؟؟؟؟؟ کیوں؟؟؟؟؟"

زین النساء خرید ذوالفقار

سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ بلال کی کم گوئی کی مثالیں دینے والے سر جھکائے ہوئے تھے۔

"میں زیب النساء سے محبت کرتا ہوں۔ آج سے نہیں تب سے جب اس نے مجھ سے محبت کا اقرار کیا تھا۔ اسکے لکھے خط، اسکی مجھے دی محبت کی نشانیاں سب ہیں میرے پاس۔ یہ احمر کی جھوٹی محبت نہیں ہے، یہ میری محبت ہے۔

میری۔"

"نن نہیں۔۔۔۔"

زین النساء نے دیکھا وہ جیب میں ہاتھ ڈال رقعہ نکال چکا تھا۔

"اس نے مجھے بلوایا اور جو کہا وہ اس میں لکھا ہوا ہے"

"میں اب تھک چکی ہوں بلال۔ مجھ سے اب مزید ڈھونگ نہیں ہوں گے۔ میں یہ سوچ سوچ کر کانپ رہی ہوں

کہ احمر کے ساتھ نکاح میں باندھ دی گئی تو کیا ہوگا۔ بلال، میری جان بہادر بن جاؤ۔ محبت کے لئے، میرے لئے۔ ہم

دونوں ایک جیسے ہیں، ہم جیسا اس حویلی میں کوئی نہیں ہے تو یہاں ہماری کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجھے یہاں سے، ان

سب سے دور لے جاؤ۔"

ہوا آندھی کا روپ دھار چکی تھی۔ اونچے کنگروں پہ گیندے کے پھول اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔ وہ ایک چھوٹی

سی پرچی تھی۔

"مجھ سے چھت پہ ملو"

نہین النساء نرید ذوالفقار

زیب النساء کے لکھنے کے انداز میں حکم دیا گیا تھا۔

"میں نے یہ نہیں لکھا ادا۔ میرا یقین کریں۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے اسے نہیں بلایا"

"تو چھت پہ کیوں گئی تھی؟؟؟؟؟"

وہ کچھ دیر کے لئے خاموش رہ گئی۔ نظریں جھکا کر دھیمے لہجے میں کہا

"مجھے احمر نے ملنے کے لئے بلوایا تھا"

"بکواس کرتی ہے"

وہ دھاڑے

"احمر تو یہاں موجود ہی نہیں ہے۔ شام ہی سے شہر گیا ہے اپنی خالہ کو لینے کے لئے"

اسکے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

"مجھے رقعہ ملا تھا"

"کہاں ہے؟؟؟؟"

READERS CHOICE

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میں کمرے میں تھی امی۔ پارلروالی نے تیار کر دیا اور چلی گئی تو میں یہیں میز پر بیٹھی تھی جب دیکھا کہ کسی نے دروازے کے نیچے کی جھری سے ایک رقعہ اندر پھینکا۔ میں نے دیکھا لکھا تھا مجھے چھت پہ ملو احمر۔ میں نے دیکھا باہر کوئی نہیں تھا"

انہوں نے کڑے تیوروں سے اسے دیکھا

"احمر تیرا خصم لگتا ہے جو یوں اسکے بلانے پہ رات کو کوٹھے پہ پہنچ گئی؟؟؟؟"
وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

"تیرے خیال سے ہم سب بیوقوف ہیں؟؟؟؟ پاگل سمجھا ہوا ہے؟؟؟؟ اور یہ کپڑوں کے بیگ جو باندھ رکھ گئی ہے، یہ جو زیور ہیں، یہ کس یار کو دینے تھے؟؟؟؟؟؟؟"
"یہ بیگ میں نے نہیں باندھا امی۔"

"اچھا فرشتے باندھ گئے۔ ٹھیک ہے، کدھر ہے رقعہ؟؟؟؟"
وہ کمرے میں نہیں تھا۔ سوائے اس بیگ کہ جس میں کپڑے اور زیور تھے۔

"غلطی ہو گئی مجھ سے غلطی ہو گئی"

تائی امی نے دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے افسوس سے کہا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"سوچا تھا غریب یتیم بچہ ہے۔ کوئی آگاہیچھا نہیں، دل کانپ گیا۔ رب سے ڈر کہ گود لے لیا۔ یہ نہیں سوچا تھا۔ یہ نہیں سوچا تھا۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رونے لگی تھیں۔

"الہا کو حاضر ناظر جان کر کہنا اماں، کبھی اس میں اور احمر میں فرق کیا میں نے؟؟؟ جو نوالہ اپنے پتر کے منہ میں کو دیا وہی اسکے منہ میں بھی ڈالا۔ کبھی کوئی بات کی نا احساس دلایا کہ میرا سگا بس ایک ہے۔ اس دن کے لئے؟؟؟؟؟؟؟"

وہ پھپھک پھپھک کر رو دیں۔ دادی نے رسان سے انکے کندھے کو سہلایا تھا۔

"میں کیا کرتا امی۔ آپ سے کہتا تو کیا مجھے میری محبت دے دیتیں؟؟؟؟؟"

"ہاں۔۔۔۔ ہاں میرے لعل۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔"

وہ کلیجے پہ ہاتھ رکھ رکھ دھک سے بولی تھیں۔

"مجھے میری محبت دیدیں۔ مجھے زیب النساء چاہیے"

تائی نے دھک سے نفی میں سر ہلایا

"اب تو دیر ہو چکی پتر۔ زیب النساء تو تو نے لے لی ہے۔ مانگی نہیں ہے، چھین لی ہے۔"

انکی آواز میں سارے جہان کا رنج گھل چکا تھا۔ یوں کہ کوئی سمے ہوتا اور انکا کلیجہ عم سے پھٹ جاتا۔

زین النساء خرید ذوالفقار

"جائزہ۔ جادی تجھے محبت بھی۔ جھوٹی محبت۔ جالے جا جہاں جاتی ہے۔ جا۔۔۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"میاں جی۔۔۔ اماں جی۔۔۔ آج کے بعد میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ میں مر جاؤں تو میری مری تو اسے میرا منہ نادیکھنے دے کوئی۔ بس۔۔۔ بس۔۔۔"

ہولے ہولے چلتے وہ اسکے پاس رکیں، اسکے سر پہ ہاتھ رکھا اور اسکا ماتھا چوما۔ "شالا حیاتی ہووئے" کہہ کر وہ اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

وہاں جہاں کچھ سے پہلے ڈھولک کی تھاپ پہ گیت گائے جا رہے تھے، اب ہُو کا عالم تھا۔ سناٹا ایسا کہ بس ہوا کی سٹائیں سٹائیں تھیں یا مرچوں کی لڑیوں کی دیوار سے ٹکرانے کی آوازیں تھیں۔ آندھی کے جھکڑ گلاب اور گیندے کی پتیاں اڑائے پھر رہے تھے۔ شامیانے ہوا میں ڈول رہے تھے۔

زین النساء مجرموں کی طرح، سر جھکائے کھڑی تھی۔ بلال زین کے ابا کے قدموں میں بیٹھا تھا۔

"مجھے اس گھر میں رکھ کر احسان کیا تھا، آج ایک بار پھر کر دیں۔ مجھے زین النساء دیدیں۔ بھلے اس حویلی سے، خود سے جدا کر دیں پر مجھے وہ دیدیں۔ میں اسکے بغیر اور وہ میرے ساتھ کے بنا مر جائیں گے چاچا جی"

"میری دھی کوئی شیرینی کی طرح نہیں بٹ رہی کہ جو آکر جھولی پھیلانے اسے دیدوں"

واصف چچا نے گرج کر کہا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"جداتو میں تجھے کروں گا، خود سے، حویلی سے اور تیری گندی محبت سے۔ نکل جا میرے گھر سے۔ نکل جا۔ جنکا گندہ خون ہے، جا وہیں جا"

انہوں نے نفرت سے کہا تو اس نے انکے پیر پکڑ لئے تھے

"ایسا نا کریں۔ آپکو اللہ سول ص کا واسطہ۔ آپکو میری زیب النساء کا واسطہ"

انہوں نے غصے سے اسے ٹھڈا مار کر خود سے الگ کیا تھا۔

"اب دوبارہ تیری زبان سے میری دھی کا نام نکلا تو تیرا وہ حشر کروں گا سارا پنڈ دیکھے گا"

"چچا جی۔۔۔۔"

"اٹھ۔۔۔ اٹھ دفع ہو۔۔۔۔"

وہ اٹھے اور اسے گریبان سے جکڑ کر، گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ سب تماشاخی بنے کھڑے تھے۔ وہ روتے ہوئے گڑ گڑا رہا تھا، معافی مانگ رہا تھا، زیب النساء کا نام لے لے کر التجائیں کر رہا تھا۔ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے دروازے تک لے گئے تھے۔

"تیرے لئے ہم اور ہمارے لئے تو آج سے مردہ ہے بے غیرت۔ جا تجھ پہ فاتحہ پڑھی۔ ہماری طرف سے تجھے کتے کھائیں یا گدھ، ہمارے فرض ختم ہوئے"

دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

بارش شروع ہو چکی تھی۔

حویلی کے صحن میں لگے تنبوہ پرستی بوندوں کا شور ہوا کی شائیں شائیں کے ساتھ مل کر عجب الاپ بن چکا تھا۔ تیز ہوا نے پھول اکھیر پھینکے تھے، برقی ققموں کی ایک دو جے میں الجھ کر جل بجھ رہی تھیں۔ کھانے کی دیگیں سنبھالنے کا زمرہ جانے کس نے اٹھایا، اٹھایا بھی کہ نہیں کسی کو خیال نہیں رہا تھا۔ وہ جو افتاد ٹوٹ پڑی تھی اس سے نکلنے کی صورت تلاش تے اس گھر کے بڑے عجب مصیبت میں گرفتار تھے۔ وہ جو مجرم تھی رو رو کر اپنی سچائی کی گواہیاں دے رہی تھی۔ وہ سچائی جسے سچا ثابت کرنے کے لیے اسکے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔

بلال نے خود سے اسکی محبت ثابت کرنے کو وہ سارے خط و ہیں چھوڑ دیئے تھے۔ وہ کہتی تھی اس نے وہ احمر کے لیے لکھے تھے پر ثابت نہیں کر پا رہی تھی۔ اسکی ہر دلیل بودی تھی، اسکے پاس اپنے آپ کو مجرم نا کھلوانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جیسے رات کو اکیلے چھت پہ ہونے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہر زاویے سے وہ بد کردار نکلتی تھی۔ ایک صورت اگر یہ نکلتی کہ وہ معاف کر دی جائے تو تائی امی اس پہ بھر جاتی تھیں۔

"نامیاں جی یہ نہیں ہوگا۔ آپکی اب کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ سالوں پہلے آپکی باتوں میں آگئی تھی میں، آج نہیں۔ اپنی ذات کی زیادتی میں سہ گئی، اپنے پتر پہ نہیں۔ نہیں میاں جی، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔۔۔۔۔"

انکی صاف ناں تھی۔

"یہ مجھے بہت پیاری تھی، تب تک جب تک ہمیں لگتا تھا کہ میرے احمر کو پیار کرتی ہے۔ اب نہیں میاں جی، اب مجھے یہ قبول نہیں ہے"

نہین النساء خرید ذوالفقار

سارے پنڈ میں خبر تھی، سارا گاؤں کل نکاح کے لئے مدعو تھا۔ کل سارا خاندان جمع ہوتا اور نکاح کی بجائے یہ بات نکلتی تو وہ کیا منہ دکھاتے۔ اب بھلے دس لوگوں نے دیکھا، کل سو لوگ سوال کرتے، جواب کیا دیا جاتا؟
"میں کسی بھی شرط پہ، کسی بھی واسطے اسکا نکاح احمر سے نہیں کروں گی۔ مجھے اس پہ اعتبار ہی نہیں ہے"
"ایسے نا کریں بھابھی۔ میری عزت کا خیال۔۔۔۔۔"

"میرا ویرنا"

انہوں نے واصف کو کہا اور دادا جی طرف دیکھا

"میرا شوہر مار کر معافی مانگی گئی، میں نے دیدی۔ اب میرے پتر کا دل توڑ کر معافی ملے گی ناں میرا پتر۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے"

بارش ہر شے تھس نہس کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ صحن میں دور تک پانی ہی پانی تھا جس میں پھول بہہ رہے تھے۔
زیب النساء سر جھکائے برآمدے کی سیڑھی پہ بیٹھی تھی۔ نارنجی پانچامہ گھٹنوں تک پانی میں بھیگ چکا تھا۔ اسے کسی شے کا ہوش تک نہیں تھا۔

برآمدے میں دادا دادی کے پاس چار پائی پہ ابا سر جھکائے بیٹھے تھے۔ امی کی زبان سے ہر وہ اندیشہ، ہر وہ سوال خوف بن کر نکل رہا تھا جو کل کے دن کے طلوع ہوتے ہی ان سے کیا جانا تھا۔ آگے کا کوئی رستہ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

"ہائے میاں جی۔۔۔ کیا بتائیں گے کل کو جو پوچھے گا کہ کیا ہوا؟؟؟؟ میاں جی میں کس منہ سے سب کو بتاؤں گی کہ میری دھی کا نکاح کیوں نہیں ہو رہا؟؟؟ کیچڑ تو مجھ پہ اچھالی جائے گی، ہمیشہ یہی ہوا۔ سوتیلی ماں کہہ کہہ کر میری ساری کی کرائی پہ مٹی ڈالی گئی، اب کیا کیا نہیں ہو گا۔ مہر النساء کے ابا، کچھ تو کریں۔۔۔ کچھ تو کریں۔۔۔"

احمر کا نمبر بند تھا۔ اس کا کوئی اتاپتہ نہیں تھا۔ تائی مطمئن تھیں تو مطلب یہی تھا کہ شہر میں تھا۔ شاید انہوں نے ہی بہن کو کہہ کر اسے واپس آنے سے روکا تھا کہ وہ حویلی میں آیا تو زیب النساء کو دیکھ کر مچل جائے گا۔ اب وہ کسی طور اس لڑکی کو اپنی بہو بنانے پہ راضی نہیں تھیں۔

بارش سیلاب لانے پہ کمر بستہ تھی۔ اس کا برس برس جی نہیں بھرتا تھا۔ بادل گرج گرج بے حال تھے۔ بجلی کسی بھی لمحے زمین چھونے والی تھی۔ ویسا ہی طوفان جیسا برآمدے کی سیڑھی پہ بیٹھی اس لڑکی کی زندگی میں آیا تھا۔ یا شاید ابھی آنا تھا کہ قسمت نے اپنا آخری پانسہ ابھی پھینکنا تھا۔

صبح صادق کے وقت جب مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی، ساری رات کے رتجگے سے لال بوٹی ہوئی آنکھوں سے، بے بسی سے دادا نے سر پہ ہاتھ مار پگڑی اتاری اور فرش پہ رکھ کر جوتے سے مسل دی۔ کسی بچے کی طرح زار زار روتے وہ سر جھکا گئے۔ ان کا سارا بدن کانپ رہا تھا اور وہ کسی رعشے کے مریض کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔

فاخرہ چچی نے جھک کر زمین پہ پڑا وہ کپڑا اٹھایا اور صاف کر کے واپس دادا کے سر پہ پگڑی کی صورت میں لپیٹنا شروع کیا۔ انہوں نے چونک کر سر اٹھایا اور بڑی دیر تک انہیں دیکھا۔ ان نظروں میں دنیا کا ہر احساس تھا۔ خوف، پریشانی، امید، درد، آس، اور نجانے کیا کیا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"دھی رانی تو-----"

فاخرہ چچی نے پکڑی باندھ کر ایک بار انہیں دیکھا۔ دادا نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جیسے بے یقین تھے۔
"میرے ہوتے ہوئے آپ کی دستار مٹی نہیں ہوگی میاں جی۔ تب نہیں ہونے دی تھی، اب بھی نہیں ہوگی"
انہوں نے ایک نظر انکے پاس بیٹھے واصف پہ ڈالی جنکا سر نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے اور جھک گیا تھا۔
"زیب النساء کا نکاح کل ہی ہوگا۔ حویلی کے ہی پتر سے۔ میں اسے اپنے زین کی دلہن بناؤں گی"

برآمدے کی سیڑھی پہ بیٹھی زیب النساء نے صحن سے پیروں کھینچے جیسے بارش کی صورت میں آسمان سے لاوا برسنے لگا ہو۔ اسے لگا پیروں پہ پڑتے پانی نے اندر تک ہڈیاں بھی جھلسا دی ہیں۔ اس نے تڑپ کر دیکھا۔ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

یہ کوئی سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔ زین کا نام کوئی لے بھی کیسے سکتا تھا۔ چچی اندھی بہری بھی ہوتیں تب بھی وہ محسوس نہیں کر سکتی تھیں کہ زیب النساء کے لئے زین کا مطلب کیا تھا؟؟؟؟؟؟

READERS CHOICE

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔"

وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور گرجتے بادلوں کے سے انداز میں بولی تھی

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میرا اعتبار نہیں کر رہے، نا کریں۔ بھلے مجھے مجرم مانتے رہیں۔ لیکن یہ نہیں۔۔۔ اب۔۔۔ یہ نہیں۔۔۔"

بجلی کے چمکنے میں اب وہ دم خم نہیں تھا۔ بارش ہوا کے جھونکوں پہ سوار آدھے برآمدے تک کو گایا کر چکی تھی۔

"احمر نہیں، نا سہی۔ یہ ہر گز نہیں۔ ہر گز ہر گز نہیں"

ابانے اب پہلی بار سراٹھایا اور اسے دیکھا۔ اس نے نظریں جھکائیں نا ہی پلکیں جھپکیں۔

"میں مرجاؤں گی اب پر یہ ہونے نہیں دوں گی۔ میں اپنے ساتھ یہ نہیں ہونے دوں گی"

"بس۔۔۔۔"

دادا جی نے دبے لہجے میں سرزنش کی تھی۔ اس نے بس نہیں کی تھی۔ اب اسکی بس ہو چکی تھی۔

"نہیں دادا جی۔ نہیں، کوئی سزا بھی دیں، مجھے بھی مجرم بنا کر حویلی سے نکال باہر کریں، کالا منہ نیلے پیر کریں پر

میں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ میں یہ نہیں کروں گی۔۔۔۔"

چچی نے آگے بڑھ کر رسان سے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھنا چاہا جسے اس نے درشتی سے جھٹک دیا تھا۔ ایک آخری بار

اس نے سب کو دیکھا۔

"میں سزا میں کچھ بھی سہ لوں گی چچی جان۔ لیکن اسے کوئی سزا ملنے نہیں دوں گی"

READERS CHOICE

نہین النساء خرید ذوالفقار

رات تو کب کی آخری ہچکی لے چکی تھی۔ اسکی آنکھیں پتھر گئی تھیں۔ بس اسکا لاشہ اٹھا کر دفنانے کی دیر تھی۔ کوئی وقت ہوتا اور یہ بھی ہو جاتا۔ یہ تو بادلوں کی وجہ سے تھا کہ سورج چھپا رہا تھا ورنہ رات کی قبر تو کب کی نور سے ڈھکی جا چکی ہوتی۔

جانے کس پہر اسکی آنکھ لگی کہ اب آہٹ پہ اس نے آنکھیں کھولیں۔ پوٹے بھاری ہو رہے تھے، آنکھیں دکھن سے بے حال تھیں۔ بمشکل وہ دیکھ پائی۔
دروازے میں امی کھڑی تھیں۔

"پار لروالی آنے والی ہے۔ اٹھ جا۔۔۔ منہ ہاتھ دھو تیار ہو جا، میاں جی نے کہا ہے نکاح آج ہی ہوگا"
وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

"احمر۔۔۔ احمر آگیا۔۔۔"

دوپٹہ شانے پہ ڈال وہ باہر بھاگنے کو تھی جب امی نے کلائی مضبوطی سے جکڑ لی۔

"زیب النساء بس کر۔ بے غیرت بس کر۔ اب تو نائک چھوڑ دے۔ کس منہ سے اسکا نام لیتی ہے"

"انہوں نے سرتاپا اسے دیکھا

"چل نہادھو تیار ہو جا۔ اسکے سامنے کوئی بکواس ناسنوں۔ بس ایک چپ۔ جتنا تماشہ لگانا تھا کل شام لگا چکی۔ اب اور

ہماری عزتیں پامال مت کر۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور سوچا کہ وہ کہہ کیا رہی ہیں۔ کچھ پل لگے اور سمجھ گئی کہ وہ کہہ کیا رہی ہیں۔ ایک جھٹکے سے کلائی چھڑوا کر وہ باہر کو بھاگی تھی۔

"میں کسی صورت یہ نہیں کروں گی۔ میں کبھی بھی یہ ہونے نہیں دوں گی۔ میں حویلی سے بھاگ جاؤں گی، نہر میں کود کر جان دیدوں گی پر اُسے بلی چڑھنے نہیں دوں گی"

اس نے یہی ٹھان لیا تھا۔ وہ بھاگ جائے گی ان سب سے دور جہاں اسکا نام زین کے ساتھ ناجوڑا جائے۔ خود مر کھپ جائے گی لیکن یہ ہونے نہیں دے گی۔ تبھی وہ ننگے پیر، برآمدہ پار کر کے گیلے صحن میں بھاگی تھی۔ صحن میں جگہ جگہ کھڑے پانی میں قدم پڑتے ہی چھینٹے اڑے تھے۔ دروازے سے کچھ دور تھی جب اس نے فرار اور اپنے بیچ ابا کو حائل ہوتے دیکھا تھا۔

اسے رکنپڑا۔

سانس دھونکنی کی مانند تھا۔ کلیجہ غم سے نڈھال تھا۔ دل دھڑک دھڑک سینہ پھاڑنے کو تیار تھا۔ آنچل شانے سے ڈھلک چکا تھا اور ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ باپ کے سامنے جوڑے اور منت بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

READERS CHOICE

"میں زین سے شادی نہیں کروں گی"

انہوں نے کس کر ایک تھپڑ اسکے رخسار پہ رسید کیا تھا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی پر وہ بس ایک تھپڑ نہیں تھا۔ وہ شروعات تھی۔ اس نے گنتی نہیں کی بس محسوس کیا کہ باپ کا غضب اسکا چہرہ لال سے نیلا رنگتا چلا گیا۔ اس نے

نرمین النساء خرید ذوالفقار

دوڑتے قدموں کو صحن کی طرف آتے دیکھا۔ ابا آپے سے باہر ہو چکے تھے۔ اسکی چٹیا سے بال جکڑ کر فرش پہ پٹخا اور دو تین ٹھو کریں رسید کیں۔ امی، چچی وغیرہ چیخنے لگیں، بس بس کرتیں انکے ہاتھ روکنے کی ناکام کوششیں کرتی رہیں۔ زیب النساء کے حلق میں چیخوں اور پیٹ میں آنتوں کا گولا سا بن گیا تھا۔ ایک ٹھو کر اسکے پیٹ میں لگی تو اس نے گٹھنے موڑ کر پیٹ سے لگا لئیے۔ درد کی اتنی شدید لہر اٹھی کہ وہ بے حال ہو گئی۔

"بس۔۔۔ واصل، پاگل ہو گیا ہے۔۔۔ واصل۔۔۔"

دادا جی دوڑے دوڑے آئے اور ہاتھ روکا۔ اتنی سی دیر میں بھی وہ اپنا قہر ڈھا چکے تھے۔ ساری رات کا ابال نکال، اب وہ منڈھال سے تھے۔

"اس نے مجھے برباد کر دیا۔ اس نے مجھے۔۔۔"

وہ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہے تھے۔ امی انہیں سنبھالتیں، برآمدے میں لے گئیں۔ زیب النساء کے حلق سے بھی مدھم مدھم سانسیں نکل رہی تھیں۔

"اس کو مار دوں گا میں۔ بہت شوق ہے ناں اسے۔ قتل کر دوں گا، گاڑھ دوں گا۔ یہیں اسی چار دیواری میں۔ اسے مرنے کا بہت شوق ہے ناں۔ میں اسے۔۔۔"

چچی نے اسے سہار دیکر اٹھا جب اسے کھانسی آئی تھی۔ تھوک کے ساتھ خون کی بوٹیاں بھی نکلی تھیں۔ سینے پہ ہاتھ رکھ، درد کی شدت سے بے حال وہ چچی کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

کپکپاتے ہونٹوں سے چچی نے پانی کا گلاس لگایا تھا۔ دو گھونٹ بھر کر اس نے واپس سر تکیے پہ ڈال دیا۔ انہوں نے رحم بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیسے کیسے جانور ہیں یہاں۔ میری بچی الہا تجھ پہ رحم کرے"

اس نے آہ بھری

"الہا تو رحم کر دے گا چچی۔ پہلے آپ تو کریں۔ آپ کیوں مجھے زندہ در گور کر دینا چاہتی ہیں۔"

اس نے کرب سے کہا اور انہیں دیکھتی رہی۔

"مجھ پہ تو چلیں سزا سہنا فرض کر دیا گیا ہے۔ میں تو مجرم ہوں، چچی وہ آپکا بیٹا ہے، اس کے لئے یہ کیوں؟؟؟؟؟"

وہ زرار کی

"مجھ پہ نہیں تو اس پہ تو رحم کریں"

درد کی شدت سے اسکی کراہ نکل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھنا چاہتی تھی، پلنگ سے اتر جانا چاہتی تھی، وہاں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔

"میری بچی غور کر اور تسلی سے سن۔ یہ رحم ہی ہے جو کر ہی ہوں۔ اور کیا ہو؟ اور یہ سب کریں گے بھی کیا؟ اپنی

عزتیں اور شملے بچانے کے لئے یہ کسی بھی حد تک جائیں گے زیب النساء"

وہ بولتی چلی گئیں۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"تجھے ابھی پتہ ہی کیا ہے۔ دلوں کی کدورتیں اور میل، تجھے پتہ ہی کیا ہے۔ تو نے دیکھا ہی کیا ہے۔ کم از کم وہ سب ہر گز نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہے زیب النساء۔ بس ایک بات یاد رکھ، زین سے نکاح اس وقت تیرے پاس واحد اور آخری راستہ ہے فرار کا ورنہ تو ساری حیات کے لیے قید کر دی جائے گی۔ میاں جی اپنے جیسا کوئی بڑھاؤ ہونڈیں گے یا تیرا باپ اپنے جیسا جابر۔ کسی سے بھی کریں گے پر آج ہی کریں گے۔"

زین النساء نے انہیں دیکھا

"مجھے احمر سے بات کرنی ہے"

اس کا فون بند تھا۔

سنا ہے شہر میں سیلابی صورتحال بنی ہوئی تھی۔ راستے خراب تھے۔ اب بھی بارش جاری تھی۔ ان سب سے بڑھ کر، تائی امی مطمئن تھیں۔ یقیناً انہوں نے بہن کو کہہ دیا تھا کہ آج کے دن احمر گاؤں نہیں پہنچنے پائے۔ اس سے کوئی بھی رابطہ ممکن نہیں تھا۔ ہو بھی جاتا تب بھی تائی امی اپنے فیصلے پہ بضد تھیں۔ زیب النساء انہیں کسی طور بہو کے روپ میں قبول نہیں تھی۔ تو اگر آج کے دن وہ اس معجزے کی امید کر رہی تھی کہ احمر آئے گا اور سب ٹھیک ہو جائے گا تو اسے مایوس ہی ہونا پڑنا تھا۔

"وہ نہیں آئے گا زیب۔ ماں اور تم میں سے وہ تمہیں نہیں چنے گا۔ محبوبہ کی محبت ماں کی محبت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوتی۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

تکلیف دہ تھی پر حقیقت تھی۔

پارلروالی آگئی تھی۔ سہاگ کالال جوڑا، زیورات، پھولوں کے گجرے، خوشبوئیں اور چمک دمک۔ اسکے چہرے کے نیل غازے تلے چھپنے لگے۔ پھٹے ہونٹ کی بد صورتی پہ لالی کی تہہ جمادی تھی۔ گلے میں سونے کی زنجیر اور کلائیوں میں لال ہتھکڑیاں۔ دلہن تھی پر قیدی تھی۔

"زین میرا بیٹا ہے، مجھے اس پہ یقین ہے۔ وہ تیرے ساتھ کو سزا نہیں سمجھے گا۔ ابھی اس مصیبت سے نکل جاتے، بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔ ابھی مان جا میری بچی، ابھی ہمارا فیصلہ مان لے، پھر تو جو کہے گی وہ ہوگا" چچی نے اسے منا ہی لیا۔ وہ مان کر بھی نہیں مان رہی تھی۔ ماننے کے سوا اور کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

آئینے نے اسے جو زیب النساء دکھائی تھی وہ کوئی اور ہی تھی۔ وہ تھی جسے باپ نے بے رحمی سے مارا تھا، وہ نہیں تھی جسے کسی کی محبت نے پھولوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ جو ہوا، کیسے ہوا، یہ سوچ سوچ کر وہ پاگل ہونے کو تھی۔ جو محبوب تھا وہ نجانے کہاں تھا، جو رقیب تھا غائب وہ بھی ہو چکا تھا۔ وہ اکیلی رہ گئی تھی۔ اتنے بے تحاشا لوگوں کے ہجوم میں، وہ اکیلی تھی۔

تب اس نے اسے دیکھا۔ جسے وہ بھائیوں جیسا پاک مانتی تھی۔ جسے دیکھتی تھی تو ایک لمحے کو بھی کوئی وسوسہ ذہن میں نہیں آتا تھا۔ جسے چھوٹے ہوتے کو گود میں اٹھایا تھا، پچکارا تھا اور گال چوما تھا۔ وہ سپاٹ چہرہ لئیے، خاموش بیٹھا

زین النساء خرید ذوالفقار

تھا۔ وہ جب اسکے پہلو میں بٹھائی گئی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ برف کی سل کے برابر میں بٹھادی گئی ہے۔ اسکے تنج بستہ لمس کو محسوس کرتی زیب النساء کپکپا کر رہ گئی۔

قاری صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔ وہ بہری ہو گئی۔ چاہا کہ کاش بہری ہو جائے۔ سماعتیں کھو بیٹھے یہاں تک کہ کوئی کہے احمر۔۔۔۔۔ احمر۔۔۔۔۔ یہ نام سننے اور پھر سب ٹھیک ہو جائے۔ پھر وہ اندھی لولی لنگڑی پاپن پھر سے جو بن پاجائے۔

"قبول ہے۔۔۔۔۔ قبول ہے۔۔۔۔۔ قبول ہے۔۔۔۔۔"

بے لوج لہجہ، سپاٹ چہرہ، یوں قبول جیسے قبول ہی نہیں کیا ہو۔ قبول ہوتا بھی کیسے، وہ لڑکپن کی بے فکری عمر میں مبتلا، اسکے سر پہ قسموں واسطوں اور آنسوؤں کا ایسا بھار لا دیا گیا، وہ کیسے قبولتا؟ کیسے ناقبولتا؟؟؟؟؟؟؟؟

"زیب النساء"

اس نے بہری ہو جانے کی خواہش تو کہہ پر وہ آواز سنائی دیتی رہی۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

اس نے ایک پیڑ دیکھا۔ اسکی چھال پہ کندہ وہ نام پڑھا اور سنا وہ کہہ رہا تھا۔

"تم نے سنا زیب النساء؟ جب کوئل نے گوتے ہوئے تمہارا نام پکارا؟ تم نے نہیں سنا؟ اس نے کہا میری آواز کا سحر زیب النساء کے حسن کے آگے پھیکا ہے؟ اور دیکھو زرا یہ شفاف بہتا پانی، یہ بھی تو تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ غور سے تو سنو، یہ کہتا ہے زیب النساء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"قبول ہے۔۔۔۔۔ قبول ہے۔۔۔۔۔ قبول ہے۔۔۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

برف کی سل نے رخ موڑ کر دیکھا تھا۔ وہ آخری امید بھی دم توڑ گئی تھی۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا زیب؟؟؟؟"

چچی نے اسکے کمرے کو حجلہ عروسی بنا ڈالا تھا۔ پلنگ کے چہار طرف گلابوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ نکاح جیسے بھی ہوا، انہوں نے اسے سچا کرنے کا سارا جتن کیا تھا۔ وہ رشتہ سچا تھا تو سارے لوازمات بھی سچے ہونے چاہیے تھے۔ جیسے وہ پھول، خوشبو اور روشنی۔ وہ دلہا بھلے جھوٹا تھا، وہ دلہن بیشک جھوٹی تھی۔

گڈا گڑیا کا کھیل کہ مرضی ہونا ہو، بیاہ تو کر دیا جاتا ہے۔ بتوں کی کیا مرضی، انکی کیا رائے۔ انکی خوشی غمی کس نے پوچھی، ہے تو ہے نہیں تو نا سہی۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا زیب؟؟؟؟"

وہ پہلی بات تھی جو اس سے کی گئی۔ وہ نکلتے قد کا لڑکا، جسکی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں، جسکے گالوں پہ رُواں اسے معصوم بنانا تھا، اس سیاہ شیر وانی کو اتار پھینک بیڈ کے اُس کونے پہ کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔ زیب النساء نے دیکھا اسے زبردستی مرد بنایا گیا تھا، وہ تو ابھی تک لڑکا تھا، اسکے لئے تو چھوٹا سا بچہ تھا

READERS CHOICE

"آپ نے ایسا کیوں کیا زیب"

آج ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ اس نے اپنے لئے اسکی زبان سے کیوں سنا تھا۔ تو اب یہ ہونا تھا۔ اب انکے بیچ کیا کیوں کیسے کو آنا تھا۔ اب سوال پوچھے جانے تھے۔ اب جواب گھڑنے پڑنے تھے۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

"میں نے کیا کیا ہے زین؟؟؟؟؟"

اس نے اسکا سوال اس کے منہ پہ دے مارا۔ اس کے دیکھنے کا طور بد لانا لہجے کی تنخی کم ہوئی۔

"آپ کو پتہ ہے زیب۔ آپ کو پتہ ہے"

"مجھے نہیں پتہ۔ تم بتاؤ، ایسا کیا کیا ہے میں نے؟؟؟"

"خیانت"

وہ برف کی سل جسکی برف رنگ آنکھیں تھیں۔ اب زیب النساء کپکپائی تھی۔ اس رات پہلی بار ہوا کہ اسے اپنے چچا زاد سے خوف محسوس ہوا تھا۔ اس نے ساری حویلی کی بے یقینی سمیٹی تھی پریوں محسوس نہیں ہوا تھا جیسا اب۔۔۔۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا زیب؟؟؟؟؟"

اس لمحے زیب النساء نے پہلی بار سوچا۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

تہجد کا وقت تھا۔

تائی امی مصلے پہ بیٹھی تھیں۔ تشہد کے انداز میں، تسبیح کرتی ہوئیں۔ لاکھ کوشش کرتیں پر ذہن بھٹک بھٹک کر ماضی کی طرف لپکتا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"اباجی۔۔۔ اباجی۔۔۔ امی۔۔۔ بھابھی۔۔۔"

انہوں نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ کانوں کے پردے اس آواز سے پھڑپھڑانے لگے تھے۔ وہ بھاگتا ہوا لڑکا جو ایک ایک کو پکارتا حویلی میں داخل ہوا تھا۔ پھولی ہوئی سانسیں، پسینے میں بھیگا چہرہ۔

"شاہد نے۔۔۔ شاہد نے آصف بھائی کو۔۔۔ آصف بھائی کو گولی مار دی ہے۔۔۔"

انکا تسبیح کے دانے گرتا ہاتھ کانپ کر رہ گیا۔

بند آنکھوں نے دیکھا۔ حویلی کے صحن کے بیچوں بیچ خون سے لال لاشہ رکھا ہوا تھا۔ وہ چارپائی سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار رہی تھیں۔ سارے میں بین کی آوازیں تھیں، رونے کی آوازیں تھیں۔

انکے لب کپکپانے لگے تھے۔ بوڑھی آنکھوں کے کنارے بھگنے لگے تھے۔ تسبیح ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں گر چکی تھی۔

"انہوں نے میرا شوہر چھینا ہے میاں جی۔ میرا پتر یتیم ہوا ہے۔ یاد نہیں ہے تو یاد کریں جو مرا ہے وہ آپکا پتر تھا۔

آپ اسکا خون معاف کریں تو کر دیں، میں اپنے شوہر کا خون معاف نہیں کروں گی"

انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے۔ بہت کچھ تھا جو مانگنا تھا۔

READERS CHOICE

جانے کیا ہوا تھا کہ زیب النساء نے آنکھیں کھولی تھیں۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

وہ ہوا سے سرسراتے پردے کی وجہ سے تھا کہ پردے کے اس پار سے آتی سنہری روشنی اسکا سبب تھی۔ اسکی وجہ نیلی چڑیا کی تیز آواز میں چوں چوں بھی ہو سکتی تھی اور نیم کے پیڑ پہ فاختہ کے جوڑے کی گفت و شنید بھی۔
اب جو آنکھیں کھولیں تو پہلا چہرہ زین کا تھا۔

وہ اسکی طرف کو کروٹ لئیے سو رہا تھا۔ ہر پریشانی ہر فکر سے آزاد، ایک خوبصورت نیند۔ زیب النساء نے بڑی دیر تک اسکے معصوم چہرے کو دیکھا، ماتھے پہ بکھرے بھورے بالوں کو اور بند پوٹوں کو کہ جنکے پیچھے سیاہ روشن سمندر قید تھے۔

"تمہارے ساتھ کیا ہو گیا زین۔ یہ کیا ہو گیا"

اسکے اندر کل سے چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔

"تمہارے ساتھ یہ کیا ہو گیا زیب النساء۔ یہ کیا ہو گیا"

اب یہ ہوا کہ زیب النساء نے اس لڑکے کے لئیے دکھ محسوس کیا۔ اس کے ساتھ جو بھی ہوتا، اُس کے ساتھ تو نا ہوتا۔ بہت دیر تک وہ اسی افسوس میں گھری، اسکی طرف کروٹ لئیے لیٹی، اسے دیکھتی رہی تھی۔ جیسے کل رات بڑی غور سے اسے دیکھا جب وہ اسکے سامنے بیٹھا اسکے قصور گنوا رہا تھا۔

"احمر بھائی کا بھی نہیں سوچا آپ نے؟؟؟ کتنی محبت کرتے ہیں وہ آپ سے۔ انکا کیا ہو گا زیب؟ وہ آپکے بغیر زندہ رہ سکیں گے؟؟؟ کیوں کیا یہ سب؟؟؟ کیوں ہوا یہ سب؟؟؟"

نہین النساء خرید ذوالفقار

وہ جب کپڑے تبدیل کر کے، اسکی طرف پشت کر کے بیڈ کے دوسرے کنارے پہ سونے کے لیٹ گیا تھا، تب بھی وہ دلہن، بنی بیٹھی اسکی پشت کو گھورتی رہی تھی۔

"تمہیں بھی مجھ پہ اعتبار نہیں ہے زین؟؟؟؟؟"

وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ سوتا بنا رہا۔ اب بھی سویا ہوا تھا یا سوتا بنا ہوا تھا۔ جو بھی تھا، زیب النساء کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

چچی نے اسے دیکھ با نہیں واکیں اور اس نکلتے قد کے لڑکے کو بازوؤں میں بھر کر سینے سے لگا لیا تھا۔

"ماشاء اللہ۔۔۔ میرا بیٹا۔۔۔ میرا لعل۔۔۔"

حالانکہ اسکے دل میں دھڑکتے شکوے وہ سن چکی تھیں۔ دیکھ چکی تھیں کہ اسکی کچھ جتنی نظریں کیا بتا رہی تھیں۔

انہوں نے کچھ دیکھا اور ناسنایا یوں کہیں کہ بس وہی دیکھا اور سنا جو انکی خواہش تھا۔ زیب النساء نے سر پہ آنچل

درست کیا۔ چچی نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا

"میرے گھر کی خوشی ہے۔ خصماں نوں کھان بکواس کرن آلے۔ میرے تو گھر کی بہو ہے۔ میرے پتر کی ووہٹی۔

کیوں زین۔۔۔ ہیں ناں"

وہ بنا کچھ کہے وہیں تخت پہ بیٹھ گیا۔ زیب النساء کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"میں نے ناشتہ خاص بنوایا ہے۔ اصول تو یہ ہے کہ تیرے میکے سے آتا پران خصم بی بی کے سوگ ہی ختم نہیں ہو

رہے۔ مٹی ڈالو، بات ختم کرو پر نہیں۔ خیر جانے دے، دل برانا کرو۔"

نہین النساء خرید ذوالفقار

وہ جیسے مٹی ڈال سب رفع دفع کر چکی تھیں۔

وہیں برآمدے میں ایک طرف چٹائی بچھا کر سارا اہتمام کیا گیا تھا۔ پراٹھے، حلوہ پوری، نان چنے، قورمہ۔ زیب النساء نے خوشبو محسوس کی تو پتہ چلا وہ پرسوں رات سے بھوک لگتی تھی۔ کل سارا دن اس نے پانی کے چند گھونٹ کچھ بھی حلق سے نہیں اتارا تھا۔

"میں سوچا کرتا تھا جیلوں میں کھانا دینے کا رواج کیونکر ہے۔ مجرموں کو روٹی ٹکڑی بھی ضرورت ہوتی ہوگی کیا۔ انہیں بھی بھوک لگتی ہوگی؟؟؟"

اس نے پلیٹ میں سالن نکال کر پراٹھے کا نوالہ لیا تھا جب اسے سنایا گیا۔ اتنی آواز میں کہ اس تک ضرور پہنچ گئی۔ "مجرم بھی کھاتے ہیں بھئی۔ دوسروں کے حق کھا کر، دوسروں کی خوشیاں سکون نوچ کر، پھر بھی انہیں بھوک لگتی ہے بھئی۔"

وہ سپاٹ چہرہ اور کڑوی زہر آنکھیں۔ اسکا کھانا حرام کر کے وہ سکون سے پلیٹ میں قورمہ نکال رہا تھا۔

"میاں جی سے کہہ دیا ہے میں نے کہ ساری تیاریاں خود کریں۔ مجھے اور کسی پہ اعتبار بھی نہیں ہے"

چچی بڑے پیمانے پہ انکے ولیمے کے انتظامات کرنا چاہتی تھیں۔ موسم ابھی تک خراب ہی تھا۔ بھلے رات سے بارش نہیں ہوئی تھی پر آئنا ضرور تھے۔ انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ نئے سرے سے شامیانے لگائے گئے، سیٹج سجایا گیا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

ساری آرائشیں، سجاوٹیں، پھول بتیاں۔ کھانے کا انتظام تو وہ خود دیکھ رہی تھیں۔ بڑا چھوٹا گوشت، نان چاول اور خاص کھیر، دودھ کھوئے والی جس میں بادم پستے کی بہتات ہوتی۔ مٹھائی کے ٹوکڑے اور لڈوؤں کے تھال۔

"میرے پتر کی خوشی ہے۔ میرے پتر کی، اب میں ارمان تو نکالوں گی۔ سارا پنڈ بلائیں میاں جی، میرے زین کی روٹی ہے۔"

تائی امی تو کل نکاح میں بھی شریک نہیں ہوئی تھیں۔ چچی خود گئیں پر ناکام لوٹی تھیں۔ انہوں نے کہہ دیا تھا کہ انہیں مجبور نہ کیا جائے۔ انہیں مجبور نہیں کیا گیا۔ زیب النساء کے امی ابالس معاشرے کے منہ کو شام تھے۔ اب بھی مہراں صاف کورا انکار کر گیا۔ ولیمے کا سن کر زمین پہ تھوکا اور باہر نکل گیا۔ باقی رہ گئی وہ جو۔۔۔۔۔

"اتنی چھوٹی سی تھی جب سے پتہ تھا تم سگی بہن نہیں ہو۔ جو آتا یہی بین بجا کر جاتا تھا۔ پر میں نے کبھی تمہیں سوتیلا کہا؟ کبھی بہن کے سوا کچھ سمجھا؟ بولو زیب آپ۔۔۔؟؟؟"

مہر النساء کا سامنا وہ کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ ناب ناتب، کبھی بھی نہیں۔ اس حویلی میں ایک وہ تھی جسکی نظروں میں نظریں ڈال وہ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ ایک بس وہ تھی جسکی وہ سچی مجرم تھی۔

"تم نے دیکھ لیا تھا ناں کہ نیلا رنگ مجھے بھا گیا ہے۔ سرسوں کے کھیت کے کھیت چھوڑ میں کھالے کے پینڈے سے نیلی بوٹی چنتی رہتی تھی۔ سارا سارا دن میں آنکھوں میں آسمان قید کرتی تھی۔ تمہیں پتہ چل گیا تھا ناں۔ پھر بھی۔۔۔۔۔ پھر بھی۔۔۔۔۔"

زین النساء خرید ذوالفقار

وہ زین کی آنکھیں نہیں تھیں۔ وہ تو زین کے لئے آنکھیں تھیں۔ انکا دیکھنا تو تب تک تھا جب تک وہ دکھائی دے رہا تھا، اب اسے چھین لیا گیا تھا تو بیچاری اندھی ہونے کو تھیں۔

"تمہارے جیسی نہیں ہوں میں۔ تم تو پتہ نہیں کس جیسی ہو۔ سب کہتے ہیں اپنی ماں جیسی ہو۔ اس نے بھی ایسے کیا تھا کیا؟؟؟ محبت کے ڈرامے کسی سے کیئے اور محبت کی کسی اور سے؟؟؟؟؟"

زیب النساء کے دل کو کچھ ہوا

"تمہیں پتہ ہے میں نے یہ خوشی سے نہیں کیا مہر"

"جیسے بھی کیا، کر تو لیا۔ ہو تو گیاناں۔ وہ مجھ سے دور، تمہارے پاس۔ ہو تو گیاناں"

"میرا اور اسکا کوئی جوڑ نہیں ہے مہر"

اس نے رسان سے کہنا چاہا تھا۔ وہ دکھ سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"تمہارا اور احمر بھائی کا بھی جوڑ نہیں تھا کیا؟؟؟"

ولیمے میں وہ نہیں آئی تھی۔ مہران بھی نہیں تھا۔ تائی امی اور ناہی امی۔ بازار کی زرا آئے، اسکے سر پہ مارے باندھے ہاتھ رکھا اور چلے گئے۔ چچی ہر ممکن اسکی دلجوئی کرتی رہیں پر وہ چچی تھیں، ساس بن گئی تھیں لیکن اسکی ماں نہیں تھیں، باپ نہیں تھیں، چھوٹا بھائی بہن نہیں تھیں۔

"یہ احمر بھائی کی فرمائش پہ لیا گیا تھا ناں؟ یہ رنگ یہ جوڑا انکی پسند تھا ناں؟؟؟"

نرمین النساء خرید ذوالفقار

اسے دلہن بنا دیکھ، پہلا جملہ یہ ادا کیا گیا تھا۔ وہ سیٹج پہ بیٹھی تھی اور وہ اسکے پہلو میں آ بیٹھا تھا۔

"کبھی سوچا ہے وہ کس حال میں ہوں گے؟؟؟ کیا حال ہو گا جب حقیقت جان جائیں گے؟؟؟؟؟ ہیں زیب؟؟؟ وہ مر تو نہیں جائیں گے؟؟؟؟؟"

"مجھے نہیں پتہ زین لیکن دیکھو، میں زندہ ہوں کیا؟؟؟؟؟"

اس نے رخ موڑا اسے دیکھا۔

"ہاں۔ اچھی بھلی ہٹی کٹی ہیں۔ دلہن بن کر، اتنے ڈھیروں زیور اور پھول لادیوں بیٹھی ہیں کہ کچھ ہوا ہی نہیں ہے"

وہ اسے دیکھتا کہہ رہا تھا

"یوں کہ کوئی گجر اس کو گھیر گیا تو نوچ پھینکا، دو جا پہن لیا۔ اب اس کی خوشبو سے جی بھر گیا تو اسے بھی اتار دیا۔ کلائی سلامت رہے، گجرے بہت ہیں۔ ہیں ناں؟"

زیب النساء نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کلائی میں پڑے گجرے کو نوچ کر اتارنا چاہا جب اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ روکا تھا۔ زرا سا مسکرا کر تادیبی لہجے میں بولا

"تماشے لگانے کے لئے ایک عمر پڑی ہے زیب۔ ابھی نہیں، ابھی یہاں وہ سب موجود ہیں جنکے لئے یہ تماشہ سجایا گیا ہے"

نہن النساء نرید ذوالفقار

"فہمیدہ بھابھی کی تو پہلے دن سے مرضی نہیں تھی اس رشتے میں۔ خدا جانے نیتوں کا فتور ہی تھا جو یہ سب ہو گیا۔"
اس نے ایک بار سنا تھا احمر سے اس منگنی کی وجہ داد ادا دی کی پسند تھی۔ تائی جی دل سے راضی نہیں تھیں پر ساس
سسر کے منہ کو خاموش ہو گئیں

"وہ بھی تو سچی ہیں امی۔ خود کو انکی جگہ رکھ کر دیکھیں اور سوچیں۔ جسکے بھائیوں نے آنکے سہاگ کو درندگی سے قتل
کر ڈالا، اسکی بیٹی کو وہ اپنی بہو کیسے بنا لیتیں؟؟؟"

دادی چپکلی ہو رہیں۔ تسبیح کے دانے گراتیں، کچھ کچھ سوچتی رہیں۔

"یہ بھی انکی ہی ہمت تھی جو اتنے سال اس عورت کو اور پھر اسکی اولاد کو اس حویلی میں برداشت کیا۔ بس برداشت
نہیں کیا، ہر خوشی غمی سینے سے بھی لگایا۔ انہیں کیا ملا امی؟ وہ کہتے ہیں ناں خون کا اثر ہوتا ہی ہے"

تائی امی اس دن کے بعد سے اسے دکھائی بھی نہیں دی تھیں۔ اس رات کے بعد وہ یوں بھی چھوٹی چچی کے پورشن
تک ہی محدود رہی تھی۔ ولیمہ بھگتا کے دوسرا دن تھا جب چچی نے ہی زین سے کہا تھا۔

"نئی دلہن کو سیر کروالا۔ یاد ہے ناں کیسے بھاگ بھاگ کھیتوں کی طرف جاتی تھی اور تو ساتھ ہوتا تھا۔ جامیر اچھ نہر
تک ہو آؤ"

READERS CHOICE

"میں نہیں جا رہا"

وہ صاف انکار کر بیٹھ گیا۔ وہ وہیں اسکے پاس چار پائی پہ بیٹھ گئیں۔

"یاد ہے میں نے کیا کہا تھا۔ یاد ہے میرا بیٹا؟؟؟؟؟"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اس نے سراٹھا کر ماں کو دیکھا۔

"حکم ماننا تو سارا کا سارا ماننا۔ الف سے لیکر ے تک۔"

وہ خاموش رہ گیا

"وہ دل سے اتر گئی ہے، مجھے پتہ ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ وہ دل سے اتریں جو کبھی سارے کے سارے دل پہ راج کرتے ہوں تو کتنی پیڑھوتی ہے۔ مجھے ساری خبر ہے پتر۔ پر میرا لعل، میں نہیں کہہ رہی اسے دل میں آباد کر۔ بس یہ کہ حکم ماننا ہے تو پورا مان۔"

بڑی نہر کے آگے باغ تھے۔

امرو دوں کے درخت تھے جن پہ بلبلوں کے گھونسلے تھے۔ ہرے سبز کی مٹھی میں لال گودہ چھپائے، ڈالیوں کو زمین تک جھکائے پھلوں کے پیڑ عاجزی سے ایستادہ تھے۔ انہوں نے ٹوٹنے پہ جھکنے کو منتخب کیا تھا تو بزرگ بن گئے تھے۔

وہاں سے آگے گلابوں کا کھیت تھا۔ زیب النساء کو یاد تھا ایک بار احمر اسے وہاں لایا تھا۔ تب سے پہلے اس نے کبھی اتنے سارے پھول ایسے ایک ساتھ دیکھے بھی نہیں تھے۔ خدا کے آسمان تلے وہ زمین جو گلاب لال کا سنی اور سفید گلابوں سے ایسے بھری تھی کہ اسکا فرش دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

نرمین النساء خرید ذوالفقار

"دیکھا میں سوچ ہی رہا تھا۔ ہاں ہاں تم نے ٹھیک کہا ہے۔ تمہارے سامنے یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں پچھلی بار اکیلے آیا تو انہوں نے میری آنکھوں میں تمہیں دیکھا۔ مجھ سے جھگڑنے لگے کہ ان سے حسین کوئی ہے ہی نہیں۔ میں نے بھی کہا جاؤ جاؤ۔"

وہ اس کے ساتھ ہوتی تھی تو قدم زمین پہ کہاں ہوتے تھے۔ وہ اسے زمین کا رہنے ہی نہیں دیتا تھا۔ بس یہی ثابت کرنے میں لگا رہتا کہ وہ سب پہ برتر ہے۔ جیسے تب پھولوں کے قطعے کے سامنے کھڑا، منہ کے آگے بھونپو بنا کر کہہ رہا تھا۔

"اب بولو۔ اب بولتی بند کیوں ہو گئی۔ ہا ہا ہا۔ اب بھی کہو ہم دنیا میں سب سے خوبصورت ہیں"

اب وہاں آئی تو زیب النساء کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ پچھلی بار جو ساتھ تھا اس نے پھول توڑا اسکے بالوں میں سجایا تھا تب وہ اس کھیت کے حسن سے جیت گئی تھی۔ اب تو ہارنے والی تھی۔ اب تو ان گلابوں کے تمسخر دیکھنے والے تھے۔

زین لا پرواہ بنا، اسکی جانب پشت کیے خاموش کھڑا تھا۔ کچھ کہنے کو جی چاہتا پھر چپ رہتا۔ کونسا نیزہ مارتا کہ اسکو شرمندگی کے گھاٹ اتار دیتا۔ زیب النساء کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

وہ آگے پیچھے ہی حویلی میں داخل ہوئے تھے۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

سارا راستہ وہ بے نیازی سے، اس سے کئی قدم آگے چلتا رہا تھا۔ زیب النساء نے چاہا کہ وہ کوئی بات کرے۔ بھلے کوئی جلی کٹی سہی، کوئی طنز، کوئی کڑوی سہی پر اس سے بات کرے۔ اسے مخاطب کرے۔ اسے زیب پکارے۔ لیکن وہ چپکا چلتا رہا۔ باغ گزرگ مئے، کھیت بھی پار ہوگ مئے۔ بڑی نہر، نالے، کچی پگڈنڈی۔ وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھتی چلتی رہی یہاں تک کہ دور سے حویلی دکھائی دینے لگی۔ زین کی رفتار سست پڑنے لگی۔ وہ جو پہلے اس سے چھ قدم آگے تھا، یہ دو قدم کی دوری پہ آگیا۔ پھر چلتے چلتے برابر آیا اور اسکے پہلو میں چلنے لگا۔ چک کی حدود شروع ہو چکی تھیں اور اسے سارا حکم ماننا تھا۔ اس حکم کا ہر چھوٹا حصہ۔

زیب النساء گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔ حویلی کا داخلی پھاٹک پار کیا تو ٹھٹھک کر رک گئی۔ پیر پتھر کے ہوگ مئے اور دل میں ٹیس سی اٹھی۔ ہوا کے ساتھ ساتھ تیرتی خوشبو سے وہ جان گئی کہ وہ لوٹ آیا تھا۔ وہ چکر اگئی اور گرنے کو تھی اور جو لڑکھڑا کر زین کا بازو ناتھام لیتی۔

بڑے صحن میں کھڑا احمر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

READERS CHOICE

ہوا کے جھونکے نے اسکا آنچل سر سے سر کا کر کندھے پہ چھوڑ دیا تھا۔ بالوں کی وہ لٹ اب جو قید سے رہا ہوئی تو کسی لہر کی صورت ماتھے پہ بکھر گئی تھی۔ زیب النساء نے مضبوطی سے زین کا بازو جکڑ لیا تھا۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

احمر سامنے کھڑا تھا۔

حالانکہ اس سے دور تھا پر یہ اتنے پاس کہ وہ اسکی سانسوں کی آواز تک سن سکتی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں کے آگے جالاسا بنتا محسوس کیا جب زین نے مڑ کر اسے دیکھا۔ اسکی گرفت سے اپنا بازو آزاد کروایا اور اسے دیکھتا رہا "تو آج آپکے لئے قیامت ہے۔ سوچیں تو عدالت ہے۔ اپنا حساب خود دیں۔ میں آپکا وکیل ہوں نا گواہ۔ اس محاسبے میں، میں آپکے ساتھ نہیں ہوں زیب"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ پتھر آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ ہیں سے واپس پلٹا اور حویلی کے کھلے دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ بھی بھر بھری مٹی کے کسی بت کی مانند ہو گئی تھی۔ کوئی لمحہ ہوتا اور وہ ریزہ ریزہ بکھر جاتی۔ احمر ہولے ہولے چلتا اسکی جانب ہی آرہا تھا۔ زیب النساء نے اپنے سارے وجود میں کانپن سی محسوس کی تھی۔ وہ چلتا ہوا نزدیک آیا اور اس سے کچھ دور ٹھہر گیا۔ اسے دیکھتا رہا۔

"سر ڈھانپ لو زیب النساء۔ ہوا کو بھی بنا اجازت خود کے ساتھ دست درازی مت کرنے دو"

زیب النساء کے گال پہ دور تک آنسو بہہ نکلا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے سر جھکا لیا تھا۔

"کیا ہوا؟"

وہ اسکے آنسو دیکھ ہمیشہ تڑپ جاتا تھا۔ اب بھی وہی ایذا اسکے دل کو مٹھی میں جکڑے ہوئے تھی۔

"اب کیا ہوا زیب النساء؟؟؟؟ تب کیا ہوا زیب النساء؟"

زیب النساء نے سر اٹھایا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"یہ تو میرا بھی سوال ہے احمر۔ تب کیا ہوا تھا؟؟؟؟ مجھے بلا کر آپ کہاں چلے گئے تھے؟؟؟؟"

"میں نے تمہیں بلایا؟ میں نے تمہیں کبھی بلایا؟ کبھی کہا میری طرف چلی آؤ؟ زیب النساء؟ یاد کرو، سوچو۔ کب یہ ہوا کہ میں نے سوال کیا؟ کب؟؟؟؟"

وہ آنکھیں اسے قتل کر دینے کو تھیں۔ وہ سوال سچے تھے۔ زیب النساء کو اس رقعے کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔
"مجھ سے چھت پہ ملو"

"مجھے تم سے ملنا ہوتا تو میں ساری دنیا کے سامنے تم سے ملنے آتا زیب النساء کجا یہ کہ تمہیں چوری پہ اکساتا۔"
وہ زرار کا، دو قدم آگے آیا

"اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر بتا زیب النساء۔ میرے لکھے کسی خط کے جیسا خط تھا وہ؟؟؟؟؟؟"

اسکے لکھے خط جیسا وہ رقعہ ہر گز نہیں تھا۔ اب زیب النساء سوچتی تھی تو خود کو مار ڈالنے کا جی چاہتا تھا۔ دل اس پہ راضی ہی نہیں ہوتا تھا کہ اس رات وہ اس رقعہ کو اس کا سندیس سمجھ کر بھاگی چلی گئی تھی۔ اب سمجھ میں آیا کہ خط اسکی ہی تھی۔

احمر کے لکھے سارے خط کھول کھول دیکھے۔ وہ تو بس ایک لفظ لکھا کرتا تھا۔ وہ نام جسے کہا کرتا تھا کہ دنیا کا سب سے خوبصورت نام ہے۔ ہر بار اسکے نام وہی نام پیغام بنا کر بھیجتا تھا۔ وہ اس نام میں چھپی پہیلی سمجھ جاتی تھی۔
پھر اس رات جانے کیسی چوک گئی۔ یہ سمجھ ہی نہیں سکی کہ رقعہ اسے سمجھا کیا رہا تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"کیا اس میں میری خوشبو تھی زیب النساء؟ وہ میری لکھائی میں تھا، کیا وہ بتاتا تھا کہ میں نے اسے لکھا ہے؟ زیب النساء؟ اس میں میرا دل دھڑک رہا تھا؟ تم نے اس میں میری طرف سے کی ایک خواہش پڑھی، کبھی تم نے میری جانب سے اپنے لئے کوئی خواہش سنی؟؟؟ وہ رقعہ ایک حکم ٹھہرا، میری یہ مجال۔۔۔ زیب النساء، میری محبت کی یہ مجال۔۔۔ محبت کی یہ مجال کہ محبوب کو حکم دے؟؟؟؟"

وہ پہلی دلیل سے سچا ٹھہرا۔ زیب النساء پہلے سوال پہ منہ کے بل گرا دی گئی۔ اب کوئی بھی دلیل، کوئی بھی جواز اسے کھرا کیسے بتاتا۔

"وہ کہتے ہیں میں خائن ہوں۔ احمر۔ میں خائن ہوں؟"

"پہلے یہ بتاؤ تم میری محبوب ہو؟ ہو تو تم سے سوال جواب حرام ہیں۔ نہیں ہو تو پھر تو خیانتوں کا الزام جھوٹا نہیں ہے"

اسکی عدالت وہیں حویلی کے صحن میں لگی تھی جہاں اس رات فساد برپا تھا۔ اب یہ ہوا کہ تماشاائی موجود نہیں تھے۔ تائی امی تھیں جو اپنے بیٹے کا بازو پکڑ کر اپنی آغوش میں چھپا لینا چاہتی تھیں۔ کوئی وقت ہوتا اور محبت بد کرداری سے جیت جاتی تو وہ کیا کرتیں۔ ابا اور امی کی طرف سے تو وہ دفن کر دی گئی تھی۔ وہ دونوں ماں باپ اور دونوں بہن بھائی اسے کسی اچھے برے میں نہیں تھے۔ بس چچی تھیں جو موجود ہیں۔ انکے چہرے پہ تھی تو ناپسندیدگی کہ اب وہ انکی بہو تھی، اسے کسی کٹہرے میں لانا اور سوال جواب کرنا اب انکے خاندان سے سوال جواب کرنا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"وہ اسکے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی۔ تو نے نہیں دیکھا پتر پر ہم سب نے دیکھا۔ خدا نا کرے کسی کو اپنی اولاد ایسے دیکھنی پڑے جیسی واصف کو دیکھنی پڑی۔ اسکا قسم ہے وہ میری بیٹی ہوتی تو آج اسکے قُل ہوتے" تائی امی بپھر گئیں۔ وہ اب بھی اسکا پلڑہ جھکائے ہوئے تھا۔

"آپ نے خالہ کو کہا مجھے شہر میں روکے رہنے کے لئے؟؟؟؟ مجھے اسی رات یہ سب کیوں نہیں بتایا؟؟؟" "ہاں میں نے کہا۔ تو آتا اور اس بے غیرت کے لئے سب کے سامنے تن کر کھڑا ہو جاتا" وہ اسے دیکھتی بولی تھیں۔

"ایک بات یاد رکھیں پتر۔ میں مرجاؤں گی پر اب تیری زندگی میں اسے شامل ہونے نہیں دوں گی" اس نے بہت دیر تک ماں کو دیکھا تھا۔

"اس لئے کہ وہ میرے باپ کے قاتلوں کی نسل سے ہے۔ یہ نفرت اس لئے ہے امی؟؟؟" انہوں نے شدت سے نفی میں سر ہلایا

"اس نے میرے پتر کی امانت میں خیانت کی۔ یہ غصہ اس لئے ہے" وہ کچھ ثانیے کے لئے لاجواب ہو گیا۔

"تیرے باپ کی لاش پہ سودے بازی ہوئی تو میں مجبور تھی۔ یہ یوں میرے دونوں ہاتھ کمر سے بندھے تھے۔ تیرے لئے میں نے ہاتھ کھلوا لئے ہیں۔ تیری دفعہ کوئی ڈنڈی مار کر دکھائے"

نہن النساء نرید ذوالفقار

احمر نے بڑی دیر تک سوچا پھر اتنی دیر سے ذہن میں کللاتا سوچ کا وہ کیڑہ اُگل دیا تھا۔
"میری ماں ہیں اور یہ رشتہ مجھے آپ پہ شک کرنے سے روکتا ہے۔ پر امی میں انسان ہوں، خطا کا پتلا کہ گناہ کرنے پہ
آؤں تو ماں دیکھوں ناپیٹا۔"

وہ زرار کا

"زیب النساء کو مجھ سے دور کرنا میرے باپ کے قتل کا بدلہ ہے کیا؟؟؟؟؟"
تائی امی دھک سے رہ گئیں۔ کچھ لمحوں تک انہوں نے سوچا اور سمجھا کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ پھر جب ہوش آیا تو۔۔۔
احمر گال پہ ہاتھ رکھے ساکت کھڑا رہ گیا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں۔ اپنے مقدمے خود لڑیے۔"
زیب النساء نے اسکی سرد مہری کو غصے سے دیکھا۔

"پھر شامل کیوں ہوئے میری زندگی میں جب میرا ساتھ دینے کی ہمت نہیں ہے تو"
"یہ آپکو بھی پتہ ہے کہ میں آپکی زندگی میں کیوں اور کیسے شامل کیا گیا ہوں۔"
وہ لاجواب ہو گئی۔ وہ خاموشی سے تکیہ درست کرتا بستر پہ لیٹ چکا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میرے کمرے میں پہنچادی گئی ہیں، میری زندگی میں نہیں۔ میری زندگی میرے کمرے کی طرح نہیں ہے زیب۔ اسکا دروازہ کسی مجبوری، کسی حکم پہ نہیں کھلے گا۔۔۔"

"تمہارا کمرہ بھی نہیں چاہیئے مجھے۔ یہ بستر، یہ چھت تمہیں مبارک ہو"

وہ پلنگ سے اتر گئی تھی۔ جانے کس کس بات پہ غصہ تھا۔ غصہ تھا کہ خود پہ بے حد ترس آرہا تھا۔ اپنی بے بسی پہ گلا گھونٹ لینے کا جی چاہا تھا۔ کوئی وقت ہوتا اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کہیں کی کہیں پہنچ جاتی۔

کمرے سے نکل آئی۔ برآمدہ پار کیا، صحن اور چچی کے پورشن کا دروازہ پار کیا۔ بڑا صحن، باغیچہ یہاں تک کہ پھاٹک تک پہنچ گئی۔ وہ بند کواڑ جس کے ادھر بھی قید تھی اور ادھر بھی۔ بے بسی سے سانس بھر، دروازے کو حسرت سے دیکھتی وہ فرش پہ بیٹھتی چلی گئی تھی۔

صبح وہ جاگا تو وہ بستر پہ نہیں تھی۔ لحاف اتار کر وہ پلنگ سے اتر تو ملگلی روشنی میں دیکھا۔ وہیں فرش پہ چادر بچھائے وہ سوئی پڑی تھی۔ یوں کہ کھڑکی سے آتی زرا زرا سی روشنی اسکے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اسکا دل بری طرح سے دکھاتا تھا۔ آہٹ پہ اس نے آنکھ کھولی تو زین کو خود کو دیکھتا پایا تھا۔

"رات تو بڑی تن کر نکلی تھیں۔ کہیں پہنچیں کہ پہنچنے سے پہلے راستہ بھول گئیں؟؟؟"

وہ خاموش رہی تھی۔

"یہ سب کسے کر کے دکھا رہی ہیں؟؟؟ ہمدردیاں سمیٹنے کا یہ ناک کر کے دل موم کرنا چاہتی ہیں؟؟؟"

نہین النساء خرید ذوالفقار

وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"نہیں۔ مجھے پتہ ہے پتھر موم نہیں ہوتے زین"

وہ طنز آہنساتھا

"الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔ سہی ہے"

وہ دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹ کر، سر پہ دوپٹہ درست کرنے لگی۔ وہ کمرے سے نکلتا ہوا رکھتا تھا۔
"میرے نکاح میں ہیں میں سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ اور آپ کے لئے جواب دینا فرض ہے۔"

وہ زرار کا

"کیا رات پھر کوئی رقعہ ملا تھا؟ پھر کہا گیا تھا کہ مجھے چھت پہ ملو؟؟؟؟؟"

وہ قہر پی گئی اور لمبی سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"نکاح میں تو تم بھی ہو تو اس رو سے میرا بھی سوال پوچھنا جائز ہے اور تم پہ جواب دینا لازم"

وہ زرار کی تھی۔

"بے غیرت پہلے تو نہیں تھے، اب ہوگئے ہو تو کیوں ہوگئے ہو؟؟؟؟؟؟؟؟؟"

READERS CHOICE

"تم پریشان ہونا چھوڑ دو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا"

نرمين النساء نريد ذو الفقار

چچی کے بہلاوے اسکے ساتھ تھے۔ آج نکاح ہوئے ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ ان سات دنوں میں حویلی کی وہ واحد فرد تھیں جنکی زبان سے اس نے اپنے لئے ہمدردی سنی تھی۔

"سچ بتائیے گا چچی۔ آپ کو مجھ پہ یقین ہے یا بس ترس کھا کر دلجوئی کرتی ہیں؟؟؟؟"

اس نے ان سے پوچھا جب وہ سبزی کی ٹوکری لیئے تخت پہ بیٹھی تھیں۔ اسکے سوال پہ ہنس پڑیں۔

"ترس کھا کر کوئی کسی کو اپنا پتر دیتا ہے؟؟؟"

انہوں نے چھری رکھی اور اسے دیکھنے لگیں۔

"پتہ ہے تیری ماں سے مرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ اسکی بچی کو کلیجے سے لگا کر رکھوں گی۔ یوں سمجھ وہ جاتے ہوئے

تیری ذمہ داری مجھے سونپ گئی تھی۔ بس قدرت نے فرض پورا کروایا مجھ سے "

وہ پھر سے سبزی بنانے لگیں۔ زیب النساء دور کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہی تھی۔

"کسی کو مجھ پہ اعتبار نہیں۔ سب نے بلال کی بات پہ اعتبار کر لیا، مجھ پہ بس شک کیا۔ جانے اس نے کیوں کیا میرے

ساتھ ایسا۔۔۔۔۔"

"خیر جانتے تو سب ہیں کہ کس نے، کیوں، کیا کیا، کیا اور کروایا ہے پرچہ ہیں۔ یہ تو نظر کے سامنے کی بات ہے۔

وہ ماں کے احترام میں چپ ہے اور میاں جی بڑی بہو کے احترام میں۔۔۔۔۔"

وہ زرارہ کیں۔

زین النساء خرید ذوالفقار

"وہ جب کہتی ہیں مجھ سے قرآن پہ ہاتھ رکھو الو کہ میں نے احمر اور زیب النساء کا رشتہ نہیں توڑا تو جی چاہتا ہے ہاتھ رکھو اہی لوں۔ میری بچی، وہ ہاتھ رکھ ہی نادیں"

زین النساء چپ رہ گئی۔

احمر نے کل ہی تو ماں کے پیر پکڑ کر معافی مانگی تھی۔ جب اسکے منہ پہ تھپڑ مار وہ گرجتی ہوئیں، روتی ہوئیں وضو کرنے چل دی تھیں کہ اب خدا کی کتاب پہ ہاتھ رکھ کر اپنے سچے ہونے کی گواہی دیں گی، وہ ماں کے پیروں سے لپٹ گیا تھا۔ ماں کو کہا سر پہ جوتے ماریں پر معاف کر دیں۔

تو سب چپ ہو گئے تھے۔ وہ ایک بار پھر مجرم ثابت ہو گئی تھی۔

اسکے امتحان تھے اسی لئے وہ ہوٹل میں دوست کے پاس جا رہا تھا۔ زیب النساء کو تب پتہ چلا جب وہ کمرے میں آئی تو وہ بستر پہ سامان بکھرائے بیگ باندھ رہا تھا۔

"کہیں جا رہے ہو؟؟؟"

"میں نے کل رات پوچھا تھا کہاں جا رہی ہیں؟؟؟"

"اوہ زین السلام کا نام لو"

وہ بری طرح زچ ہوئی تو وہ ہنسا تھا۔ زیب النساء نے آگے بڑھ کر بیڈ پہ پڑے تہہ لگانے شروع کیئے تھے۔ اس نے جلدی سے اسکے ہاتھ سے کپڑا لینا چاہا

نہین النساء خرید ذوالفقار

"مجھے اپنا کام کرنا آتا ہے زیب"

"اچھی بات ہے۔ زندگی میں بس دوسروں کے زخموں پہ نمک چھڑکنا اور طنز کرنا ہی نہیں آنا چاہیے"
اس نے کپڑا نہیں چھوڑا بلکہ تہہ کر کے رکھا۔ زین نے تہہ کی ہوئی قمیض اٹھائی اور تہہ کھول کر پھر سے تہہ لگانے لگا۔ زیب النساء دانت کچکچا کر رہ گئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے جھانپڑ سید کرنا نہیں آتا؟"

اسلام علیکم!

ہمارے ادر گرد بہت سے کردار ہیں جن کو ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان کرداروں کو بخوبی لکھ سکتے ہیں تو اٹھائے قلم اور لکھ دیجئے ایک ایسی کہانی جو دلوں کو چھو لے اور ان کرداروں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کو بھی اجاگر کریں۔ ریڈرز چوائس

آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے کہ جہاں <https://ezreaderschoice.com>

آپ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔ آج ہی ہمیں اپنی تحریر ارسال کریں جس کو ہم ایک ہفتے کے اندر اپنی ویب سائٹ اور دیگر سوشل میڈیا گروپ میں شامل کریں گے۔

مزید تفصیلات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

واٹس ایپ نمبر کے لیے ابھی میل کیجئے

Facebook ID: <https://www.facebook.com/mubarra1>

Email address: mobimalik83@gmail.com

readerschoicemag@gmail.com

Facebook groups : **Readers Choice,**

"آتا ہوگا۔ آپکی تخریبی سرگرمیوں اور صلاحیتوں پہ مجھے ہر گز شک نہیں ہے"

زین نے تہہ کی ہوئی قمیض کو احتیاط سے بیڈ پہ رکھا اور دوسرا کپڑا اٹھایا۔ زیب النساء نے اسے دیکھا اور تہہ کی ہوئی قمیض اٹھا کر سیدھی کی اور بنا تہہ کیئے بستر پہ ڈال دی۔ زین نے جلدی سے اسے دیکھا اور گھورا۔ وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"کرو۔ تم نے خود کہا تھا نا تمہیں اپنے سارے کام کرنے آتے ہیں۔ چلو پھر سے تہہ کر لو۔ شاباش"

READERS CHOICE

زین چلا گیا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

جاتے ہوئے اسے مڑ کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ حالانکہ وہ چاہتی تھی کہ کہے خدا حافظ۔ اپنی طرف سے تو اسے خدا کی حفاظت میں دیدیا تھا۔ وہ بھی تو اسے محفوظ رہنے کی دعا دے جاتا۔ ہر بار وہ ایسے تو نہیں جاتا تھا۔ زیب سے اپنی پسند کا حلوہ بنوا کر، ڈبہ بھر کے ساتھ لے جاتا۔ جانے سے ایک رات پہلے اس سے خوب باتیں کرتا، اگلی بار آئے گا تو کیا کریں گے ساری خرافاتی منصوبہ بندیاں پہلے سے کر کے جاتا تھا۔

زیب النساء نے شدت سے چاہا کہ وقت کی تصویر سے وہ ایک ہفتہ نوچ ڈالے جس نے اسکا بہترین دوست اور سب سے پیارا رشتہ چھین لیا تھا۔

"خدا حافظ"

اس نے گلابی دعا ہوا کے سپرد کی جو نیلے آسمان میں روئی کے پھالے جیسا بادل بن گئی۔

وہ ماں کے سینے سے لگ کر، دعائیں سمیٹتا، کاندھے پہ بیگ ڈالے پھاٹک پار کر گیا۔ زیب نے اپنے سینے میں خلا پیدا ہوتا محسوس کیا تھا۔

اس رات جب وہ پلنگ پہ لیٹی تھی تو اسکے طول و عرض سے اسے خوف آیا تھا۔ وہ ایک کونے میں سمٹ کر لیٹی رہی اور وحشت سے ویران پڑے دوسرے کنارے کو گھورتی رہی۔ جانے والا اپنی خوشبو بھی سمیٹ کر لے گیا۔ اسکے لئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔

READERS CHOICE

نہین النساء خرید ذوالفقار

چچی نے کئی بار اسے روکا، اسکے ہاتھ سے کپڑے بھی چھینے پر وہ رسان سے انہیں سمجھا کر کام میں لگی رہی۔ کب تک سوگ مناتی، منہ لپیٹے کمرے میں بند رہتی۔ دن کی روشنی میں نکلنا اور دوسروں کے چہروں کے آئینے میں اپنا کالا چہرہ ایک دن تو دیکھنا ہی تھا۔

"ایسے نہیں ہوتا۔ نئی دولہن سے ایسے کام نہیں کرائے جاتے۔ پہلے میٹھا بنتا ہے پھر اسکے زمے ہانڈی روٹی کی جاتی ہے۔"

انہوں نے کپڑے دھو کر، نچوڑ نچوڑ ٹوکریاں بھر دی تھیں۔ زیب النساء انکے منع کرنے پہ بھی گیلے کپڑے تاروں پہ پھیلاتی رہی۔ تار رنگ رنگ کے کپڑوں سے بھرتی چلی گئی۔ وہ اس دھانی رنگ آنچل کو ہوا میں جھٹک کر پٹی تو دیکھا۔ احمر باہر جاتا اسے دیکھ کر رکا تھا۔ زیب النساء نے چہرے پہ پڑے پانی کے چھینٹوں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا۔ احمر نے بغور ان شفاف پانیوں میں قوس قزح کے رنگوں کو گھلتے دیکھا تھا۔

زیب النساء کے دل کو کچھ ہوا۔ احمر کی آنکھوں میں تپش محسوس کر کے اسکی دھڑکنیں بے تال ہونے لگی تھیں۔ بہت دیر تک وہ دھانی آنچل کے اس پار کھڑی، جھکی نظروں سے اسے خود کو تکتا دیکھتی رہی تھی۔ اسکے دل نے شدت سے خواہش کی کہ وہ اسے ایک بار پکارے۔ وہ نام لے جو اس نے دور نہر کنارے ایک درخت پہ کندہ کیا تھا۔ وہ جس نام سے کوئل چڑتی تھی۔

اسکی حسرت حسرت ہی رہ گئی تھی۔ وہ بنا کچھ کہے، لب سیئے چلا گیا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

کئی روز گزر چکے تھے۔

چچی نے بتایا تھا پرسوں زین کا آخری پرچہ ہے۔ وہ کھل اٹھی۔ چچی جب پر جوش انداز میں اسے بتا رہی تھیں کہ اسے آنے پہ اسکی پسند کا کیا کیا پکوان پکے گا تو وہ پورے انہماک سے سنتی رہی تھی۔

"تمہارا ہاتھ بھی میٹھے میں ڈلو کر رسم پوری کروں گی۔ حلوہ بنانا، وہی جو اسے پسند ہے ناں۔ دیکھنا انگلیاں چاٹنا رہ جائے گا"

تین دن پہلے ہی اس نے تیاریاں شروع کر دیں۔ حلوے کے لیے اچھے سے اچھا سامان جمع کرنا شروع کیے۔ میوہ جات، دیسی گھی، سوجی چینی سب۔

جس صبح اس نے آنا تھا، اس کی پچھلی رات وہ سو نہیں سکی تھی۔ پلنگ کے ایک کونے میں سمیٹ کر لیٹی بے شکن چادر کو دیکھتی رہی۔

کل کو وہ یہاں ہوگا۔ بھلے اسکی طرف پشت کیے، پر وہ اس فضا میں اسکی خوشبو محسوس کر سکے گی۔ کل وہ یہاں ہوگا۔ اسکی بولی سننے کتنے دن بیت گئے۔ چاہے طعنے دے گا پر اس سے بات تو کرے گا۔

اس صبح نہاد ہو اس نے جانے کیوں نیلا جوڑا پہنا تھا۔ بس یو نہی جی کیا تو پہن لیا۔ پھر اسکے لیے جی جان سے میٹھا تیار کیا۔ چچی کے ساتھ کھانے کی تیاری کی۔

وہ واپس بھی ویسے ہی آیا جیسے گیا تھا۔ ہو بہو ویسے ہی کندھے پہ بیگ، ویسے ہی ماں کے سینے سے لگا، ویسے ہی اسے دیکھا بھی نہیں۔ سلامتی ماں پہ بھیجی، انہی سے دعائیں لیں۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

اب کہ وہ اداس نہیں ہوئی۔ وہ پتھر بننا چاہتا تھا تو بن جائے۔ وہ تو گلاب ہی رہے گی۔
"السلام علیکم"

اپنے فرض پورے کریں، سامنے والا نہیں کرتا تو اس کا سوال اس سے ہوگا۔ آپ کسی کے حق پورے کر رہے ہیں تو آپ کی ذمہ داری پوری ہوئی۔ وہ جس نے یہ قانون طے کر رکھے ہیں، وہ آپ کے حق خود ہی دلوادے گا
"وعلیکم السلام"

جانے شرمندہ ہوا کہ نہیں پر جواب دیدیا۔ زیب النساء نے اس سے بیگ لینا چاہا
"میں اپنے بوجھ خود اٹھا سکتا ہوں"

"بیشک اٹھا سکتے ہو پر بانٹ لو گے تو کچھ بگڑ جائے گا کیا؟ آج میں تمہارا بوجھ بانٹ لیتی ہوں، کل تم بانٹ لینا۔۔۔"

"آپ کے بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے ناہمت ہے مجھ میں۔ مجھے معاف ہی رکھیے"
وہ چپ ہو گئی۔ آج وہ اپنا جی برا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کھانے کے ایک ایک نوالے پہ وہ جھومتا رہا، ماں کو بتاتا رہا کہ پردیس میں کیسے ماں کے ہاتھ کے ذائقوں کو یاد کرتا رہا۔
کھانے کے بعد جب چچی نے اسے کہا اور وہ میٹھے کا ڈونگہ لئے آئی تو کہتا ہے پیٹ بھر چکا ہے

نہن النساء خرید ذو الفقار

"تھوڑا سا تو چکھ لے۔ میرا پتر دیکھ زیب النساء نے خاص تیرے لئے بنایا ہے۔ یہ بس تھوڑا سا"

نا تھوڑا نا زیادہ، وہ تو اٹھ کھڑا ہوا۔

"دل نہیں کر رہا می۔ بس کافی ہے"

اب کہ اس نے اپنا چہرہ خفت سے لال پڑتا محسوس کیا۔ ہتک کا احساس اسکے ماتھے پہ ننھے ننھے قطروں کی صورت پھوٹ نکلا تھا۔ چچی زین کو پکارتی رہ گئی پروہ سنی ان سنی کیے کمرے میں چلا گیا۔

"تو بس دل برامت کر۔ ہیں میری بچی۔ بس ناں۔ یہ ہے ہی ایسا سڑیلا"

انہوں نے اسکی دلجوئی کو ہزار ہزار کے نوٹ اسکی مٹھی میں دیئے، ماتھا چوم کر بلائیں لیں اور اسکے منہ میں کو میٹھا نوالہ دیا۔

"رشتے کیسے بنیں زیب النساء اس سے فرق نہیں پڑتا۔ نبھائے کیسے جائیں، یہ اہم ہوتا ہے۔ کیا کمی تھی تیری ماں میں۔ کوئی بھی نہیں۔ بس سب نے دل میں بغض رکھا کہ رشتہ بنا صحیح طور سے نہیں تو بس شر ہی ہے۔ ہائے"

وہ آہ بھر کر رہ گئیں۔

"تو دل چھوٹانا کیا کر۔ میرا پتر تیرے باپ جیسا نہیں ہے۔ اُس نے ساری زندگی اپنی بیوی کو جوتے کی نوک پہ رکھا اور دوسروں کی عزتوں کو پامال کیا۔ میرا زین ایسا نہیں ہے۔ اسکا غصہ وقتی سہی، پروہ تجھے ہمیشہ دل میں رکھے گا"

کیا اسے زین کے دل میں رہنا تھا؟

نہین النساء خرید ذوالفقار

پتہ نہیں، اسے خود بھی علم نہیں تھا۔ اس رشتے میں زیب النساء کی چاہت کیا تھی؟ بس یہی کہ وہ زین پہلے جیسا ہو جائے۔ جھوٹے منہ، مارے باندھے نہیں بلکہ اپنے جی میں آئے تو اس رشتے کو نبھائے۔ واپس اسکا دوست بن جائے، شوہر نہیں بنتا بھلے نابنے۔ اسے اس سے زین چاہیے تھا، وہ اسے احمر بنانا چاہتی ہی نہیں تھی۔ احمر بس ایک تھا، زین بھی تو ایک ہی تھا۔

چچی نے کہا تھا وہ خوشی کا میٹھا اپنے میکے بھی دیکر آئے۔

"چل میں بھی چلتی ہوں ساتھ۔ رسم ہے ناں۔ نا بھی ہو تو بھی ماں پیو ہیں تیرے۔ حق بنتا ہے اور تیرا فرض۔" اس نے خوان سجایا۔ ٹرے اٹھالی

"ہم دونوں ماں بیٹی چلتی ہیں۔ جانا تو زین کو بھی چاہیے پر ایویں خوا مخواہ ناک پھلائے گا سڑیل۔ سویا رہنے دے" انہیں دروازے میں ہی مہراں مل گیا تھا۔ بارہ سال کا نکلتے قد کا وہ لڑکا جو اسکا چھوٹا بھائی تھا، ابھی مہینہ پہلے تک اسے باجی باجی کہتا تھا، اسے دیکھ دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ چچی نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا

"بڑوں سے بد تمیزی۔ بلاؤں میاں جی کو؟"

"بلا لیں۔ وہ اگر کہہ دیں گے کہ اسے اپنے گھر آنے دوں تب بھی آنے نہیں دوں گا"

"شرم کر۔ یہ" اس "تیرے بڑی بہن ہے"

اس نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ یہ (بہن کی گالی) ہے"

نرمين النساء نريد ذو الفقار

زیب النساء کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اسکے دل کو ایسی ٹیس لگی کہ کھڑا رہنا دشوار ہو گیا۔ عین اس وقت جب وہ چکر اکر گرنے کو تھی، اسے سہارا دیا گیا تھا۔ زین نے ایک ہاتھ سے اسکی کلائی کو مضبوطی سے جکڑا اور دوسرے ہاتھ سے مہراں کا گریبان پکڑ لیا۔

"آئینہ زیب النساء کے بارے میں بکواس کرنے سے پہلے یاد رکھنا وہ میری بیوی ہیں۔"

وہ پھر گیا

"تو اپنی بیوی کو لگام ڈالو۔ میرے گھر کے دروازے تک آنے کی اسکی ہمت کیسے ہوئی۔۔۔"

جانے کب سے وہ ایسے غرا نے لگا تھا۔ زین نے بغور اسے دیکھا۔

"تیری اطلاع کے لئے عرض ہے چھوٹے بھائی کہ یہ جس گھر کا دروازہ تو روکے کھڑا ہے ناں، یہ اسکے بھی باپ کا

گھر سے۔"

وہ کہہ کر پلٹا اور زیب النساء کو کلانی سے پکڑے واپس لے آیا تھا۔

وہ سر جھکائے پلنگ پہ بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے بستر کی چادر کو مٹھیوں میں لئیے، بے یقین تھی کہ اسے ایسے گالی بھی دی جانی تھی۔

"ضرورت کیا تھی وہاں جانے کی؟ ایسی کونسی رسمیں اہم ہوتی ہیں کہ انکے پیچھے ٹکے ٹکے کے لوگوں سے بے عزتی

کروائی جائے"

زین النساء خرید ذوالفقار

زین باہر بہت دیر ماں سے الجھتا رہا۔ جب اندر آیا تو بہت دیر کھڑا سے دیکھتا رہا۔

"آئندہ آپ وہاں نہیں جائیں گی۔ ہاں بے عزتی کروانے کا شوق ہو تو اور بات ہے۔۔۔۔"

وہ جواباً کچھ نہیں بولی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد جب وہ برتن سمیٹ رہی تھی تو اس نے دیکھا۔ وہ حلوے کا ڈونگا سر کا کرپلیٹ میں مٹھاس بھر رہا تھا۔ یہ جان گیا کہ دیکھا جا چکا ہے، دیکھا جا رہا ہے، بنا سراٹھائے، بنا دیکھنے والے سے نظریں ملائے حلوہ کھانے لگا تھا۔

شام کا رنگ کسی ایک رنگ کا نہیں تھا۔ یوں کہ رنگریز نے دونوں مٹھیوں میں نارنجی زرد اور لال روشنائیاں بھر کر آسمان کے کینوس پہ ہاتھوں کو جھٹک ڈالا تھا۔ وہ رنگ نارنجی تھا پر ایسے نہیں کہ بس نارنجی تھا۔ وہ زرد میں ضم تھا اور زرد کی کوکھ میں سرخ نمایاں تھا۔

"مجھ سے چھت پہ ملو"

چھتیں تو تینوں پورشنز کی ملی ہوئی تھیں۔ زیب النساء منڈیر سے لگی کھڑی، دور نظر آتے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی جن پہ دھوئیں جیسی رات چھانے لگی تھی جب وہ آواز آئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ منڈیر کے اُس پار، اسکی طرف کا رخ کیئے، بازو سینے پہ لپیٹے احمد کھڑا تھا۔

"تو بتاؤ زیب النساء ایسے لگا تھا وہ پڑھ کر؟ ایسے کہہ رہا تھا میں تم سے زیب النساء؟ میں سچ میں بلارہا تھا؟"

نہیں النساء خرید ذو الفقار

اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"تو تم مجھ سے آکیوں نہیں ملیں؟؟؟ تم کہاں رہ گئیں زیب النساء؟؟؟؟؟"

"آپ کہاں رہ گئے تھے؟؟؟؟؟"

سورج نے آپہں بھرنا شروع کیا۔ قطرہ قطرہ پگھلنا اسکی جان لیتا تھا۔ دیکھنے والے اسے حسین منظر کہتے، اسکے لئے تو جان لیوا تھا۔ موت جسکی بھی ہو، خوبصورت تو نہیں ہو سکتی۔

"میں تو یہیں تھی احمر۔ جال میں ہی سہی، یہیں کی یہیں تھی۔ سچی یا جھوٹی، خائن کہ وفادار، جیسی بھی، یہیں کی یہیں تھی احمر۔ آپ نہیں تھے۔ چلیں میں نے اس رقعے کے جھوٹ کو سچ سمجھا، آپ نے میری سچی پکار کو کیوں نہیں سنا؟؟؟؟؟"

وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"میں قصور وار ہوں احمر لیکن کیا بس میں ہی مجرم ہوں؟؟؟؟؟"

اس نے احمر کو نفی میں سر ہلاتے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔ میں بھی ہوں۔ تو چلو پھر سزا سناؤ۔ اتنی ہی جتنی تم نے سہی ہے۔ رعایت مت کرنا۔ چلو بتاؤ۔۔۔"

وہ حسرت سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اسکی آنکھوں کو دیکھ کر زیب النساء کا دل پھٹنے کو تھا۔ وہ اپنی ذات پہ ایذا سہ سکتی تھی پر ان آنکھوں کا خالی پن دیکھ پانا برداشت سے باہر تھا۔ تبھی تو وہ رخ پلٹ گئی۔ منہ موڑ لیا کہ یہ تو اختیار میں تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"چلو یہ بھی میں ہی کر دیتا ہوں۔ تو اعتبار توڑنا دل توڑنے سے بڑا جرم نکلا۔ ٹھیک ہے۔ سزا میں دل بھی ٹوٹ جانا۔

چاہیے"

وہ زرار کا۔

"زیب النساء"

اب کہ پکارا تو وہ مطلب سمجھ گئی۔

زہر۔ یاسیت۔ بے بسی۔ الم۔ نارسائی۔ سسکنا۔ الوداع

اس نے اپنے روم روم کو لرزتے پایا تھا۔

"اب کہ یوں کروں گا کہ وہ محبت کی نشانی مٹاؤں گا۔ وہ وعدہ توڑاؤں گا۔ اب کہ یوں کروں گا تمہارے خط

جلادوں گا۔ یہ دل اس راہ کے ساتھ دور کہیں بہاؤں گا"

زیب النساء نے پلٹ کر دیکھا۔ احمر کے ہاتھ میں چوڑیاں تھیں جسے اسکے دیکھتے دیکھتے اس نے بے رحمی سے توڑ ڈالا تھا۔

"جب محبت میں کھرے نہیں اتر سکتے، تو پھر محبت سے ہی تائب ہو جاتے ہیں۔ چلو زیب النساء، دونوں ہی اس شام

مر جاتے ہیں" READERS CHOICE

آنسوؤں کی ایک لکیر احمر کے گال پہ بہہ نکلی تھی۔

زین النساء خرید ذوالفقار

اس صبح وہ بیدار ہوا تو اس نے زیب النساء کو ہنوز سوتے ہوئے پایا تھا۔ یہ پچھلے دس دن کے برعکس پہلی بار ہوا تھا۔ وہ اس سے پہلے بیدار ہوتی تھی۔ وہ اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ وضو کر کے لوٹا تو وہ ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی۔ اس رات کے بعد سے وہ فرش پہ ہی بستر ڈال کر سونے لگی تھی۔ زین نے پلنگ پہ سونے کا کہا اور نا ہی وہ آئی۔ زین نے وہیں جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ دوسری رکعت میں تھا جب اسکے جی میں عجیب سا خیال آیا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے ذہن جھٹکا اور رکوع میں جھک گیا۔ سجدے تک جاتے ہوئے اسکی بس ہو۔ چکی تھی۔ اس نے جلدی سے نماز توڑی اور اسکے پاس آیا۔

"زیب"

اسکا گال تھپتھپایا۔ وہ بے سدھ تھی۔

وہ بے سدھ لیٹی ہوئی تھی جب زین نے اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔

"آپ کو تو بہت تیز بخار ہے زیب"

زیب النساء نے ہاتھ سے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو پرے کیا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ اسکے بستر کے پاس فرش پہ پنجنوں کے بل بیٹھا، تشویش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اس نے جائے نماز بچھی دیکھی تو نماز کا خیال آیا۔ لحاف ایک طرف اتار وہ اٹھ کھڑی ہوئی جب یکدم زور کا چکر آیا تھا۔ زین نے جلدی سے سہارا دیا ورنہ وہ چکر آکر گر پڑتی۔ اسکا بازو مضبوطی سے پکڑے، ایک بازو کمر کے گرد جمائے کیسے وہ اسے سہارا دیئے پلنگ تک لایا اور وہیں بٹھا دیا تھا۔

"آرام سے بیٹھ جائیں۔ میں دوالا رہا ہوں"

وہ اسے بیٹھے رہنے کی تلقین کرتا مڑا، سنگھار میز کی دراز میں سے گولیوں کا پتہ نکالا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسکی واپسی پانی کے گلاس کے ساتھ ہوئی تھی۔ اسے دوا کھلا کر وہ کچھ دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"سر میں درد ہے؟ کچھ اور چاہیئے؟ سردی تو نہیں لگ رہی؟؟؟ کمبل دوں؟؟؟"

وہ بس نفی میں سر ہلاتی، سانس بھر کر رہ گئی۔

"آپ لیٹ جائیئے۔ آرام کریں۔"

وہ نماز سے فارغ ہوا تو وہ وہیں ایک کونے میں آڑی تر چھی لیٹی، سوچکی تھی۔ ماتھے پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے، تیزی سے چلتی سانسیں، لال پڑتا چہرہ۔ زین نے لحاف اٹھایا اور آہستگی سے اس پہ ڈال دیا تھا۔

چچی نے ٹھنڈے پانی کی پٹی اسکے ماتھے پہ رکھی اور تشویش سے اسے دیکھا

"موسم بھی تو بدل رہا ہے۔ میں نے کل کتنا روکا کہ کپڑے دھونے مت بیٹھ۔ ایک تو میری سنتی نہیں ہے۔ شام تک اوپر نیچے کپڑوں کے لئے خوار ہوتی رہی۔ دیکھو اب کیسا تیز تپ چڑھا لیا ہے"

زین النساء خرید ذوالفقار

زین ہونٹ دبائے، بازو پشت پہ باندھے پلنگ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ ڈاکٹر ابھی ہو کر گیا تھا۔ دوا انجکشن لگائے، ایک چھوٹی ڈرپ اور ساتھ پٹیاں کرنے کی ہدایات دیکر گیا تھا۔

"اب کیسا لگ رہا ہے؟؟؟ سرد بادوں؟؟؟"

چچی نے پچکار کر پوچھا تھا۔ اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا کھائے گی؟ چائے بنادوں؟ زین تیرے لئے کیک رسک لے آتا ہے۔ جامیر ایٹا جا۔۔۔"

وہ جب مطلوبہ سامان لیکر لوٹا تو چچی چائے بنا چکی تھیں۔ وہ ٹرے لئے کمرے میں آیا۔ ٹرے کو ایک طرف رکھ کر اسے آہستگی سے پکارا۔

"اٹھیں۔ کچھ کھالیں، پھر دوائی کھانی ہے"

اسے سہارا دیکر اٹھایا، بٹھایا اور کمر کے پیچھے تکیے رکھے۔ ٹرے اسکے آگے رکھی اور خود بھی وہیں پاس بیٹھ گیا۔ زیب نے آہستگی سے رسک کا ٹکڑا توڑا۔

"میں کھالوں گی زین۔ تم اٹھو، ناشتہ کر لو صبح سے بھوکے ہو"

"میں ٹھیک ہوں۔ میری فکر نہ کریں۔"

زیب نے دُکھتی لال آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ فکر مند نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

زین النساء خرید ذوالفقار

دو دن صبح شام ٹیکے بوتلیں لگیں تو بخار کا قہر ٹوٹا تھا۔ رنگت ابھی بھی پیلی پیلی سی تھی، کمزور ستا ہوا چہرہ پر یہ تھا کہ اب خود اٹھ بیٹھ جاتی تھی۔ آنکھوں سے بہتے پانی تھم چکے تھے، لالیاں گلابی ہونے لگی تھیں۔ اس رات جب زین کمرے میں آیا تو وہ فرش پہ دری بچھا کر بستر لگانے کو تھی۔ اس نے رک کر اسے بغور دیکھا۔

"آپ کو سچ میں لگتا ہے میں ایک ظالم انسان ہوں؟"

زیب النساء نظریں چراگئی۔

"اور تمہیں لگتا ہے میں ایک بے غیرت انسان ہوں؟؟؟"

"یہ میں نے کب کہا؟؟؟؟؟"

اس نے سراٹھایا

"تمہارے اس کمرے میں رہنا میری مجبوری ہے زین لیکن تمہارے بستر پہ سونا تو نہیں ہے ناں۔ تم نے کہا تھا تو اپنی

کہی یاد رکھا کرو"

وہ زرا دیر کو چپ رہ گیا۔

"ٹھیک ہے پھر، ضروری نہیں ہے کہ میں بھی بیڈ پہ سوؤں۔ میں بھی یہاں فرش پہ سو سکتا ہوں پھر چاہے میرے

کمرے کیوں نا کڑ جائے۔"

تکیہ اٹھا کر اس نے فرش پہ گرایا اور بنا کوئی چیز بچھائے فرش پہ لیٹ گیا۔ زیب النساء اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اٹھو اور بیڈ پہ سو جاؤ"

نہن النساء خرید ذوالفقار

وہ کندھے اچکا کر لیٹا رہا۔

"اٹھیں اور بستر پہ سوئیں۔"

کچھ دیر بعد کھڑکی سے اندر آتی چاند کی مدھم سی روشنی نے دیکھا تھا۔ وہ دونوں بیڈ کے دو کونوں پر، ایک دو بجے کی طرف پشت کیئے لیٹے تھے۔

"شوہر ہوں، آقا نہیں ہوں زیب۔ آپ بیوی ہیں، باندی نہیں ہیں"

تاریکی نے وہ سرگوشی سنی تھی۔

اتنے دنوں سے خود کو مریض جیسا محسوس کرتے کرتے اب وہ ادب چکی تھی۔ سارا دن لیٹے لیٹے، بیکار رہتے ہوئے بوریت ہونے لگی تو چچی سے پوچھ لیا

"میں نہر تک ہو آؤں؟ جلدی آجاؤں گی۔"

"ہاں جانا تو چاہیئے۔ اچھی بات ہے جی بہل جائے گا"

وہ فوراً بولیں پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئیں۔

"اکیلی کیسے جاؤ گی"

وہ ہنس پڑی

READERS CHOICE

نہن النساء خرید ذوالفقار

"جیسے پہلے جاتی تھی۔ چچی میں کھیتوں پہ پہلی بار تو نہیں جارہی"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا"

زین وہیں چار پائی پہ لیٹا ہوا تھا۔ چچی میدے کی سویاں بنانے میں مصروف تھیں۔ سبز لال پیلا میدہ جسے ریزہ ریزہ کرتی جاتی تھیں۔

"پہلے کی بات اور تھی۔ اب شادی شدہ ہو۔ مجھے اکیلے بھیجنے پر اعتراض نہیں پر پھر بعد میں باتیں نابینیں۔ تجھے پتہ ہے اپنے باپ کی طبعیت کا۔ پھر میاں جی بھی اسکی باتوں میں آجاتے ہیں"

وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ وہیں انکے پاس بیٹھ گئی۔

"کوئی بات نہیں۔ مجھے بتائیں کیا پکانا ہے، میں سبزی بنا دیتی ہوں"

اس نے دیکھا زین اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ شرٹ کی شکنیں درست کیں اور ایک نظر اس پہ ڈالی۔

"چلیں میں چلتا ہوں"

بنا سکے جواب کا انتظار کیئے وہ برآمدہ پار کر گیا تھا۔

پانی کی شفافیت ہیروں کو مات دیتی تھی۔ اونچی ٹاہلیوں کی شاخوں سے چھن چھن کر پانی میں گرتی سنہری کر نیں ہنس کر بے حال تھیں۔ دھریک کے ننھے ننھے پھولوں کی تیز خوشبو سے مہکی ہوا، لہروں کو ہولے ہولے جھلاتی تھی۔ کیکر کے پھوے جیسے زرد پھول چھن سے پانی میں گرتے اور لہروں کے ساتھ دور تک بہتے جاتے تھے۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

زیب النساء نے گھٹنوں سے اوپر پانچے چڑھائے اور پل پہ بیٹھ کر ٹانگیں نہر میں لٹکائی تھیں۔ ٹھنڈا سنہرا پانی گویا اتنے دن کی سستی کا توڑ تھا۔ بدن میں بچ رہ گئے تپ کے لیے تریاق تھا۔ آنکھیں موند کر اس نے گہری سانس بھری۔ آہٹ پہ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ زین اس کے برابر میں آبیٹھا تھا۔ ننگے پیروں کو پانی میں ڈبوئے، جینز کے پانچے اوپر تک چڑھائے۔

دور ریتلی سڑکی پہ گڈریا بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ رواں دواں تھا۔ جانوروں کے گلے میں بندھی ٹیلیوں کی ٹن ٹن ماحول میں گھلی ہوئی تھی۔

"تمہیں یاد ہے ایک بار ہم یہاں آئے تھے تو ہمیں کتے پڑ گئے تھے۔ ہم کتنا تیز دوڑے تھے ناں؟" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"جب میں پھسل کر نہر میں گرتے گرتے بچا تھا۔" وہ ہنس پڑا۔

"پاؤں میں موج آگئی تھی۔ پتہ ہے امی سے کتنی گالیاں پڑی تھیں۔"

اسے یاد تھا۔ اسے سب یاد تھا۔ مسئلہ یہی تھا۔ وہ سب بچپن سے لیکر آج تک کا یاد تھا۔ بشمول اس رات کے اور اس رات کے اگلے دن کے۔

وہ دونوں خاموش رہ گئے۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

نہر کے دوسری طرف باجرے کے کھیت میں سٹرخاموش کھڑے تھے۔ کدو کی بیلین پیلے ٹیٹ پھولوں سے بھری ہوئی تھیں۔ واپسی میں وہ دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے جب چلتے چلتے وہ رکا۔ زیب پیچھے تھی تو رکنپڑا۔ اس نے مڑ کر زیب کو دیکھا اور دور اشارہ کیا۔ باجرے کے کھیت میں سفید موروں کی جوڑی تھی۔ نور کے رنگ جیسے پر پھیلائے، کتھک کے فریضے سرانجام دیتے وہ حسین پرندے۔ وہ مسحور ہوئی دیکھتی رہی تھی۔

اس رات جب وہ کروٹ لیے لٹی تھی، اس نے اپنی پشت پہ اسکی آواز سنی تھی۔
"میری ہمدردی کو محبت مت سمجھئے گا زیب۔ میں بس فرض نبھاؤں گا، رشتہ نہیں۔"
"جانتی ہوں"

اس نے آہستگی سے کہا تھا

"محبت نے میرے ساتھ جو کیا ہے، اب مجھے اسکی ضرورت ہے بھی نہیں"
اس صبح مہر النساء آئی تھی۔ ایک رے میں بڑی سی پلیٹ بھر کر پلاؤ لائی تھی۔

"میں نے بنایا ہے چچی جان۔ یاد ہے آپکو جب میں نے کھانا پکانا سیکھنا شروع کیا تھا تو یہ بد تمیز مجھے کتنا چڑاتا تھا۔ کہتا تھا یہ ممکن ہی نہیں کہ میں کبھی کچھ پکا سکتی ہوں۔ اس کے طعنے اس کے منہ پہ مارنے آئی ہوں"
زین نہا کر نکلا تھا۔ بال تولیے سے رگڑتا، اسے دیکھ کر وہ کھل اٹھی، جوش سے پکارا
"دیکھو کیسا زبردست پلاؤ بنایا ہے۔ کھاؤ اور پھر بتاؤ کیا سزا ہے تمہاری"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ تولیہ چار پائی پہ پھینک کر اسکے پاس ہی چار پائی پہ بیٹھ گیا۔ نیلے لباس میں ملبوس مہر النساء کے ہاتھ سے پلٹ پکڑی اور لقمہ لیا۔ وہ لذت حلق میں گھل گئی تو آنکھیں پھیل گئی۔ تعریفی نظروں سے اسے دیکھا

"تم تو چھا کئیں کزن۔ واہ۔۔۔ سچ سچ بتاؤ تائی جی نے بنائے ہیں ناں؟؟؟"

"تم مرد شکی کیوں ہوتے ہو؟؟؟؟"

چچی بھی ہنس پڑی تھیں۔ وہ رغبت سے کھاتا رہا تھا۔

"اب بتاؤ کیا انعام دو گے؟؟؟"

"کیا چاہیے؟ دس روپے کا نوٹ چلے گا؟؟؟"

زیب النساء کو دیکھ کر اس نے ان دیکھا کر دیا۔ اسکے سلام کا جواب دینا ہی اسکی کوئی بات کا۔ سارا وقت چچی اور زین سے ہی باتیں کرتی رہی، ہنسی مذاق کرتی رہی۔ جاتے جاتے البتہ زیب کو کہہ گئی تھی۔

"آپ بچ میں آئی ہیں، میں نہیں آرہی زیب آپنی۔ وہ بھی میرا ہے اور یہ گھر بھی۔ میں جو بھی کروں اسے چھیننا نہیں کہیں گے، وہ آپ پہلے کر چکی ہیں"

READERS CHOICE

اسکے امتحان کا نتیجہ آگیا تھا۔

چچی نے ناں ناں کرتے بھی اچھا خاصا جشن منالیا تھا۔ وہ البتہ ماں کو بولتا رہا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"لیں چھوٹا بچہ تھوڑی ہوں کہ پاس ہونے پہ یوں دولہا بن کر بیٹھ جاؤں۔ آتے جاؤ سو سو روپے دیتے جاؤ"

"چھوٹا بچہ ہی ہے۔ میرا چھوٹا سا بچہ"

چچی نے شرارت سے چھیڑا تھا۔ وہ ناک بھوں چڑا کر رہ گیا۔ چچی نے آس پڑوس میں بھر بھر پلیٹیں مٹھائی بانٹی تھی۔ بچوں کو اکٹھا کر کے شیرینی تقسیم کی وہ الگ۔ مہر النساء خاص اتنا بڑا تحفہ لیکر آئی تھی۔

"تم مکھی چوس میرا تحفہ آج تک چکا نہیں سکے۔ دیکھو کتنا بڑا دل ہے میرا میں لے آئی لیکن۔ چاہیے میرے پاؤں دھو دھو پیو"

تحفے تو اچھے خاصے اکٹھے ہو گئے تھے۔ شام میں جب وہ تخت پہ بیٹھا ریپنگ پھاڑ پھاڑ تحائف دیکھ رہا تھا، چچی اور زیب پاس ہی تھیں اس نے اس سے کہا تھا۔

"آپ نے مجھے کوئی تحفہ نہیں دیا زیب؟ دیکھیں ساتھ والوں کا ٹام بھی گفٹ دیکر گیا ہے"

اس نے ایک لمحے کو زیب النساء کا رنگ پھیکا پڑتے دیکھا اور دیکھا کہ اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ وہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ کیوں تھا اس شام تک کہ وہ چپ چپ ہی رہی تھی۔ رات کو جب وہ اسکی طرف کروٹ لئیے لیٹا تھا، اندھیرے میں غیر مرئی نکتے کو تکتے تکتے اس نے ایک لمحے کو سوچا اور ٹھٹھک گیا۔ وہ جو وجہ بے وجہ اس پہ جان نثار کرنے کو تیار رہتی تھی، اب پڑوس کے چھ سالہ موٹے سے ٹام سے جو کہ پینٹ بشرٹ پہنتا تھا اور چشمے لگا کر ہیرو کے ٹھاٹھ سے گلی میں پھرتا تھا کیوں ہار گئی۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

اس نے کروٹ بدلی۔ وہ اسکی طرف رخ کیئے سو رہی تھی۔ اندھیرے میں پھیلی مدھم سی چاندنی میں وہ اسکا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ خالی پن، ادھوراسا احساس۔ وہ اب اس پہ کیا لٹاتی؟ اب اسکے پاس بچا ہی کیا تھا؟؟؟؟؟ اس رات، اس لمحے زین نے پہلی بار سوچا تھا۔

اس سے شادی کر کے زیب النساء کو کیا ہی ملا تھا؟؟؟؟؟؟؟؟

اگلی صبح وہ ماں کے پاس بیٹھا سارے حساب کتاب چھیڑے ہوئے تھا۔
"زمینوں کا ٹھیکہ وہی ہے جو میاں جی ہر سال تینوں بھائیوں کو برابر دیتے ہیں۔ تیرے باپ کا حصہ تجھے ملتا ہے، اسی سے تو گھر چلاتی ہوں، تجھے پڑھا رہی ہوں، سود و ادارہ ہوتی ہے چار پیسے تو بچانے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔"
"شہر والا گھر کرائے پہ تھا، کرایہ آتا ہے؟؟؟؟؟"
"ہاں آتا ہے"

"اور شہر میں پلاٹ لیا تھا، وہ کہاں گیا؟؟؟"

"وہ تو کب کا بیچ باج دیا۔۔۔۔۔"

وہ زرار کیں

نہن النساء نرید ذوالفقار

"یہ بتا صبح ہی صبح ہوا کیا ہے تجھے؟؟؟؟ پہلے کبھی ایسے حسابی کسابی دفتر نہیں کھول کر بیٹھا"

اس نے لمبی سانس بھر کر ماں کو دیکھا۔

"مجھے زیب النساء کو خرچہ دینا ہے۔"

چچی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ اسکی پشت پہ پھیکے پڑتے نیلے آسمان پہ یہ گول لکی جیسا سورج نمودار ہو رہا تھا۔

"تو اسکے لئے یہ اگلے پچھلے حساب چھیڑنے کی ضرورت تھی بھلا؟ صبح میرا دماغ کھا گیا سارا۔ سیدھی طرح کہتا

مجھے پیسے دیں اپنی بیوی کو دینے ہیں"

وہ غصہ ہوئیں تو زین شرمندہ سا انہیں دیکھ کر سر جھکا گیا۔

دن چڑھے وہ زیب النساء کو پاس بٹھائے ہوئے تھیں۔

"تجھے پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھ سے کہہ دیتی۔ خواہ مخواہ اسے پریشان کیا"

وہ حیران پریشان

"میں نے نہیں کہا کسی کو بھی چچی۔ مجھے نہیں ضرورت"

"وہ نیا نیا خاوند بنا ہے، زرار اسی بات پہ عدالت کھول بیٹھ جاتا ہے"

وہ زرار کیں اور ررسان سے اسے کہا

"مجھ سے کہہ دیا کر کوئی بھی کام ہو، کچھ بھی ضرورت ہو۔ میں تیری ساس تھوڑی ہوں، ماں سمجھ۔ ٹھیک ہے؟"

نہن النساء خرید ذوالفقار

انہوں نے اسکی مٹھی میں پانچ ہزار کانوٹ دیا

"تیراجیب خرچ باندھ دیا ہے۔ سو ضرورتیں ہوتی ہیں بندے کی۔ رکھ لے۔"

وہ یونیورسٹی میں داخلہ لے رہا تھا۔ اسی سلسلے میں کام کروانا، فیسیں بھروانے شہر گیا تھا۔ کہہ گیا تھا کہ شام کو لوٹ آئے گا پر پھر دوست کے پاس ہی ٹھہر گیا۔ ماں کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ کل لوٹ آئے گا۔ وہ رات میں اکیلی تھی۔

یوں لگ رہا تھا کہ وہ کمرہ بھی اس اکیلے پن کو محسوس کر کے رنجیدہ تھا۔ وہ بستر پہ کروٹیں بدلتی رہ گئی پر نیند نادر تھی۔ جانے کیسی بے چینی تھی جو حد سے سوا تھی۔ یونہی لیٹے لیٹے اٹھ بیٹھی، پلنگ سے اتر کر کھڑکی میں آکھڑی ہوئی۔

رات کی خاموشی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ آنگن میں ایستادہ نیم کا بوڑھا درخت اونگھ رہا تھا۔
"میری ہمدردی کو محبت مت سمجھئے گا زیب"

اس نے وہ سرگوشی سی سنی تھی۔

آنگن میں چارپائی پہ وہ وجود لیٹا ہوا تھا۔ زیب النساء نے دیکھا، دونوں کمنیاں موڑے، ہاتھ سر کے نیچے دیئے، چت لیٹا وہ آسمان کو گھور رہا تھا۔

"آپ کہاں رہ گئے تھے احمر؟؟؟؟؟"

نہن النساء نرید ذوالفقار

کھڑکی پہ پڑا پردہ ہولے ہولے لہرا ہاتھا۔

پڑوس سے زبیدہ ماسی آئی تھیں۔ اب وہ اور چچی کسی کے ہاں عیادت کے لیئے چلی گئی تھیں۔ زیب النساء آنگن میں جھاڑو لگا کر اب پچھلے باغیچے میں چلی آئی۔ کیاروں میں پھلیوں کی بلیں یتیموں مسکینوں کی طرح پڑی تھیں۔ وہ رسیاں کاٹ کاٹ، بیلوں کو لپیٹتی دیوار کے ساتھ ساتھ باندھنے لگی۔ اس سے فارغ ہوئی تو پودینے کی گوڈی ہونے والی تھی۔ کدو کے پتے کیڑے کاٹ کاٹ خراب کر رہے تھے۔ ایسے ہی مصروف آدھا دن بیت گیا۔ کام میں لگے لگے وہ جان نہیں سکی کہ کب احمر آیا اور مسمی کے پیڑ کے پاس رک گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پہ لیٹے اسے دیکھتا رہا۔

"تم ناہو تیں تو اس گھر کا کیا ہوتا زیب النساء"

دادی اکثر اسے یہ تب کہا کرتی تھیں جب وہ اپنی خدمات یو نہی باغیچے کو سونپتی اور چھٹی کے دن سارا وقت کیاریاں سنوارنے میں لگی رہتی۔ تو وہ فخر سے ایک ایک کو بتاتی۔ اب وہ اسے بتا رہا تھا۔ زیب النساء نے چونک کر دیکھا۔ وہ سنہری کرنیں گویا اسکے چہرے سے پھوٹ رہی تھیں۔

"تم ناہو تیں تو میرا کیا ہوتا۔۔۔۔۔"

"آپ اس رات ہوتے تو میں یہاں ناہوتی۔۔۔۔۔"

وہ چپ رہ گیا۔ پھر ہولے سے چلتا ہوا کیاروں میں اتر آیا۔ وہ مٹی بھرے ہاتھوں کو جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ احمر نے جیب سے وہ کاغذ نکالا تھا اور اسکی طرف بڑھایا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"زیب النساء"

باپ کی دھاڑ پہ وہ دہل گئی تھی۔ احمر نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ لال بوٹی جیسی آنکھوں سے اسے گھورتے، تیزی سے باغیچے کی طرف بڑھے تھے۔

اسکے منہ پہ تھپڑ مار، ایک بار پھر اسے بالوں سے پکڑ کر بڑے صحن تک گھسیٹ کر لایا گیا اور فرش پہ پٹنچ دیا گیا تھا۔ تماشہ شروع ہوا تو تماشائی بھی جمع ہو گئے تھے۔

"بے غیرت چاہتی کیا ہے؟؟؟ کس حد تک جائے گی؟؟؟ اور کیا رہ گیا ہے جو کر کے ہمارے جنازے نکالنا چاہتی ہے؟؟؟؟؟"

دادا جی اپنے کمرے سے نکل آئے

"اب کیا ہو گیا۔۔۔"

جواباً انہوں نے مٹھی میں دباوہ کاغذ موڑ توڑ کر زمین پہ پھینکا اور غصے سے احمر کی طرف دیکھا۔

"اس سے پوچھیں یہ کیوں پیچھا نہیں چھوڑ دیتا میری بیٹی کا؟؟؟؟؟"

"آپ پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے میری بیوی کا؟؟؟"

زین کی آواز پہ اس نے تڑپ کر سر اٹھایا تھا۔ وہ کندھے پہ بیگ ڈالے ابھی ابھی اندر داخل ہوا تھا۔ چچا نے اسے غصیل نظروں سے دیکھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"جب یہ خود چل کر آپکے دروازے پہ گئیں تھیں تو آپکے وارث نے انکے منہ پہ گالی دے ماری۔ جب عزت دینے کی باری آتی ہے تو آپکے لئے وہ مرچکی ہیں پر بے عزت کرنے کے لئے انہیں زندہ کر لیا جاتا ہے۔۔۔۔۔"

داداجی نے کڑے تیوروں سے اسے دیکھا

"زین۔۔۔۔۔"

وہ آگے بڑھا اور فرش پہ سر جھکائے بیٹھی زیب کے پاس اکڑوں بیٹھا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟؟؟؟؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اس حال میں کوئی بھی ٹھیک کیسے ہو سکتا تھا۔

"آئندہ میری بیوی کے ساتھ کوئی تماشہ میں برداشت نہیں کروں گا تا یا ابو۔ کسی نے بھی ان پہ ہاتھ اٹھایا تو نتانج کا زمرہ دار وہ خود ہوگا، چاہے وہ ان کا باپ ہو یا بھائی۔۔۔۔۔"

بنا نہیں دیکھے، دبے دبے غصے سے وہ بولا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اسکے گال پہ انگلیوں کے نشان چھپے ہوئے تھے۔

"تجھے پتہ بھی ہے تیری اس نام نہاد بیوی نے کیا کیا ہے؟؟؟ بڑا ہیر و بن رہا ہے، پوچھ اس سے کیا کر رہی تھی یہ احمر کے ساتھ باغیچے میں؟؟؟؟؟ کیوں خط لے رہی تھی یہ اس سے؟؟؟؟؟"

اس نے سراٹھایا۔

READERS CHOICE

"احمر بھائی سے پوچھیں وہ انہیں خط کیوں دے رہے تھے۔۔۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میری اولاد یہ ہے، احمر جانے اور بھا بھی جانیں۔"

"میری بیوی یہ ہیں۔ میں جانوں اور یہ۔۔۔۔"

اس نے زیب النساء کو سہارا دیکر اٹھایا اور ساتھ ہی زمین پہ پڑا وہ کاغذ بھی اٹھالیا تھا۔

"آپ کو اپنی بیٹی پہ اعتبار نہیں ہے، مجھے اپنی بیوی پر ہے۔ اس سے سوال میں کروں گا، وہ بھی جواب بس مجھے دے گی۔ آپ نے انہیں مار کر دفن کر دیا ہے تو بس فاتحہ پڑھتے رہیے۔ اس سے زیادہ کوئی حق نہیں بچا ہے آپ کے پاس۔ چلیں زیب۔۔۔۔"

وہ اسے سہارا دیکر اپنے پورشن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"کیا رہ گیا ہے باقی اب اس سب کے بعد بھی؟ بول؟ تجھے اب بھی اس لڑکی سے ہمدردی ہے؟؟؟"

تائی امی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"وہ مجھ سے چھوٹا تیرے پیچھے مجھے باتیں سنا کر گیا۔ میں آگے سے کیا کہتی، تو ہی مجرم تھا۔ ضرورت کیا ہے اسکے

پیچھے پیچھے پھرنے کی؟؟؟ اس خط و کتابت کی تک کیا بنتی ہے؟؟؟؟"

وہ چپ رہا

"وہ تو ہے ہی بے غیرت، جو باپ کے گھر میں باپ کی وفادار ناہوئی شوہر کی کیا ہوگی۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

"امی۔۔۔"

اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"صحیح کہہ رہی ہوں میں۔ یہی سچ ہے۔ اس لڑکی نے سارے پوڑے ڈلوائیں ہیں، جیسے اسکی ماں کے سارے فساد

تھے"

وہ بولتے بولتے ہانپ گئیں۔

"اب تو مجھے اسکے نزدیک دکھائی نادے۔ میں کروں گی رشیدہ سے بات۔ اب بس تیری شادی ہی کروں گی میں

سوچ لیا ہے۔۔۔۔"

وہ سر جھکائے پلنگ کے کنارے پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر جھکائے، اپنی قسمت پہ آنسو بہاتی ہوئی۔ زین سامنے یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

"انہوں نے کھیل سمجھ لیا ہے۔ جب چاہا گلم گلوچ کر لی، جب دل میں آیامار پیٹ شروع کر دی۔ یہ کوئی طریقہ ہے۔ آنے دیں امی کو، میں ان کو ساتھ لے جا داجی سے بات کروں گا۔۔۔"

وہ غصے سے بولتا جا رہا تھا۔ پھر رکا اور اسے دیکھا

"آپ کو بھی جب میں نے منع کیا تھا کہ اب مت جائیے گا باہر، جاتی ہی کیوں ہیں وہاں؟؟؟"

زیب نے سراٹھایا۔ آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اور رندھا ہوا لہجہ

نہین النساء خرید ذوالفقار

"اور کہاں جاؤ زین؟ سارا دن اس ایک کمرے میں قید رہ کر دکھاؤ۔ دم گٹھنے لگا تھا تو سانس لینے لگی تھی۔ اس پہ بھی پابندی لگا دو۔۔۔۔"

وہ چپ رہ گیا۔ وہ بھی خاموش رہ گئی۔ تب زین نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ کاغذ نکالا اور خاموشی سے اسکی جھولی میں ڈال دیا تھا۔ زیب النساء نے سر اٹھایا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مجھے انکی محبت پہ اعتبار ہے زیب۔ مجھے پتہ ہے اس محبت کا مطلب کیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے اس کاغذ پہ لکھا کیا ہوگا۔ مجھے اس کاغذ پہ لکھے ہوئے لفظ پہ اعتبار ہے۔۔۔۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا، کمرے سے چلا گیا تھا۔

"یہ خبر ہے کہ اب تمہاری ذات کا سیارہ کسی اور سورج کے گرد مدار بنائے ہوئے ہے، پھر بھی میں اپنی ذات کے چاند کو لیتے تمہارے گرد ہی گھوم رہا ہوں، تو بتاؤ یہ درست ہے؟؟؟؟؟"

زیب النساء نے وہ ٹڑا مڑا کاغذ سیدھا کیا۔ وہ ہاتھ برابر ٹکڑا جس پہ کوئی سوال، کوئی جواب تحریر نہیں تھا۔ بس فقط اسکا نام کہ وہ نام ہی اسکی کائنات کا ہر سوال ہر جواب تھا

"یہ جان کر بھی کہ تم میری دسترس سے دور نکال دی گئی ہوں، تم سے محبت کر رہا ہوں، تو بتاؤ یہ جائز ہے؟؟؟؟؟؟"

وہ بہت دیر تک خاموش سر جھکائے بیٹھی، ہاتھوں میں وہ ٹکڑا لیتے، اس نام پہ نظریں جمائے، اسے گھورتی رہی تھی۔

نرمين النساء نريد ذو الفقار

"تمہیں خط لکھ رہا ہوں تو پتہ نہیں اسکا مقصد کیا ہے۔ آج پہلی بار تمہارا نام لکھ رہا ہوں تو نہیں جان پارہا کہ اسکا مطلب کیا ہے۔ میں کون ہو، تم کون ہو، سمجھ نہیں پارہا ہوں۔ زیب النساء! تو کیا میں بھی تمہیں بھولتا جا رہا ہوں؟؟؟؟؟"

زیب النساء نے آہستگی سے اس ورق کے دو ٹکڑے کئیے، پھر چار، آٹھ اور وہ نام حرف حرف ہو گیا۔

"تمہیں دیکھتا ہوں تو تمہاری اجازت سے، جو نا منظور ہے تو کہہ دو کہ اندھا کر دیا جاؤں۔ تمہیں خط دے رہا تو تھا نہیں رہا ہوں، تمہیں اختیار ہے بھلے مت لو۔ تم سے محبت کر رہا ہوں تو میں ہی کر رہا ہوں نا، تم قبول مت کرو۔ تو بتاؤ زیب النساء میں جو بیچ منجر ہار میں ہوں، بتاؤ، فیصلہ کرو۔ پار لگا دیا جاؤں یا ڈبو دیا جاؤں۔۔۔۔۔"

کاغذ کے ٹکڑے اس نے وہیں بستر پہ چھوڑ دیئے تھے۔

یہ تیسرا رشتہ تھا جس سے اس نے انکار کیا تھا۔ پہلے بھی تائی امی نے اس سے کئی بار اسکی خالہ زاد کی بابت تکرار کی تھی، اسکا جواب ہر بار ناں ہی ہوتا تھا۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔ آج ناکل۔ اُس سے ناہی کسی اور سے۔ یہ بات سمجھ لیں"

"کیوں نہیں کرنی؟؟؟؟"

وہ تپ گئیں۔

"تیرے منہ میں خاک جو یوں منہ بھر بھر بکواس کرتا ہے۔ میرا پتر کیوں میرا دل جلاتا ہے۔"

نہین النساء خرید ذوالفقار

"آپ کیوں بار بار یہی بات کرتی ہیں"

صبح شام اٹھتے بیٹھتے اب یہی موضوع تھا جس پہ وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھیں، گھیر گھاڑ وہ اسے شادی پہ لاتیں اور وہ کئی کتر اجاتا۔

"ابھی تک اسی کے جوگ میں ہے۔ کب تک سوگ منائے گا؟؟؟ ہیں؟؟؟ کب تک یوں مجنوں بنا گھومتا رہے گا؟؟؟ ساری ساری رات جاگتا ہے، اٹھنے بیٹھنے کا ہوش نہیں ہے۔ آنکھیں دیکھ اور چہرہ، اتنا سا نکل آیا ہے۔۔۔۔۔"

"جو بھی کہہ لیں، میرا آخری اور حتمی فیصلہ یہی ہے۔ مجھے شادی نہیں کرنی ہے، بس بات ختم"

اسکا یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا تھا۔

ہفتہ بعد کلاسز شروع ہونے کو تھیں۔ وہ شہر جا رہا تھا۔ چچی جان اسی کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ کپڑے، جوتے، اسکا سامان اور ضرورت کی اشیاء۔ بات بات پہ آبدیدہ ہو جاتی تھیں۔ وہ ابھی گیا نہیں تھا پراسکی کمی محسوس کرنے لگی تھیں۔

"ایسے نا کریں امی۔ میں کیسے جا پاؤں گا پھر؟ چلیں پھر میرے ساتھ۔"

وہ شدت سے منع کر دیتی تھیں شہر جانے کے نام پر۔

"جب کہتا ہوں چلیں تو اپنی ضد پہ اٹل ہیں اور جانے کا سن کر اتنی اداں ہیں"

نہن النساء خرید ذوالفقار

اس رات کہ جس سے اگلی رات اسے جانا تھا، وہ سو نہیں سکا تھا۔ بہت دیر کروٹ سے لیٹا سامنے دیوار پہ وہ مٹے مٹے نقوش دیکھتا رہا۔ دیکھا کہ کیسے بے رحمی سے اسے سب کے سامنے مارا گیا تھا۔ کیسے بے رحمی سے سب کے سامنے ذلیل کیا گیا تھا۔ مجرم تھی تب بھی، کیا انسان نہیں تھی؟؟؟؟

رات کے دوسرے پہر تک وہ چت لیٹا رہا۔ چھت پہ وہ کاغذ کے ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے کہ جنہیں آپس میں ملاتے تو وہ ایک نام بن جاتا۔

وہ نام بنا تو اس نے اسکی اور کروٹ بدلی۔ وہ پر سکون سو رہی تھی۔ ماتھے پہ بکھرے بال سمیٹنے کا ہوش نہیں تھا تو وہ بھی سکون کا سانس لے رہے تھے۔ گال کے نیچے داہناں ہاتھ رکھے، وہ بہت دیر تک لیٹا اسے دیکھتا رہا تھا۔

"فرض نبھاؤ تو پھر سارے کے سارے نبھاؤ۔ فرض میں زرا سی کوتاہی، اتنی سی بھول بھی ہو تو فرض ضائع ہو جاتا ہے"

اسکے ہوتے ہوئے حویلی میں وہ بے عزت ہوتی تھی، کوئی سیدھے منہ اس سے بات نہیں کرتا تھا، سارا وقت وہ قیدیوں کی طرح رہتی تھی، گالیاں سنتی ماریں کھاتی تھی، اسکے بعد اسکے ساتھ کیا کچھ نہیں ہونا تھا۔ وہ اسکے ساتھ کے ساتھ محفوظ نہیں تھی، اسکے بغیر کیسے محفوظ ہو سکتی تھی۔

اس صبح فجر کی نماز کے بعد دعا مانگتے ہوئے وہ فیصلہ لے چکا تھا۔ وہ فیصلہ جو ناشتے کے وقت اس نے ماں کو سنایا تھا۔

"زیب کو میں اپنے ساتھ شہر لے جا رہا ہوں"

نہن النساء خرید ذوالفقار

وہ تو بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں۔

یہ کیا ہو گیا؟؟؟؟

اتنی محنت سے ٹکڑے ٹکڑے جوڑ وہ ایک بساط بنائی تھی، مقدر نے یوں لمحے بھر میں سب ختم کر دیا۔

"یہ کیسا بدلہ ہوا؟ پہلے شوہر گنوا کر ہار گئی، اب پتر بھی ہاتھ سے نکلنے کو ہے۔ ہائے یہ کیسے ہوا۔"

انہوں نے سوچا اور خوفزدہ ہو گئیں۔

بیٹا تو بات بھی سننے سے گیا۔ اپنی من مانی کرتا تھا۔ وہ کیسے ایک بار پھر سے بازی اپنے ہاتھ میں کریں۔

"اگر اسے پتہ چل گیا کہ یہ ہوا کیسے ہے۔۔۔۔۔ میرے منہ میں خاک وہ سچ جان گیا تو۔۔۔۔۔"

وہ دہل گئیں۔

"ہائے میرے ربا مجھ سے کیا ہو گیا۔ اگر کہیں یہ راز کھل گیا تو میں اپنے پتر کو کیا منہ دکھاؤں گی"

دیر تک یہی سوچیں انکا برا حال کرتی رہی تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے دوسری سمت میں سوچنا شروع کیا تھا۔

"ہمت کر۔ جو شروع کیا ہے اسے پورا کر۔ نہیں میں ہار نہیں مانوں گی۔ میں جیتے جی اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو

نکلنے نہیں دوں گی۔ وہ مجنوں دیوانہ نہیں بنے گا۔ نہیں۔۔۔۔۔ پہلے بھی میں ہی جیتی تھی، اب بھی جیت میری ہی ہو

گی۔ میرے شوہر کا بدلہ اور میرے پتر کی زندگی سے اس بد کردار کا خاتمہ میں ہی کروں گی"

زین النساء خرید ذوالفقار

زین النساء نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور رخ موڑ کر دیکھا۔ کھڑکی کے اُس پار منظر بھاگے جا رہے تھے۔
حویلی پیچھے چھوٹ گئی تھی۔ گاؤں کے آثار آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگے تھے۔ کھیت کھلیان، جنگلات اور زن سے
گزرتی گاڑیاں۔ مسلسل بھاگتے مناظر پہ نظریں جمائے رکھنے سے اسکی آنکھیں دکھنے لگیں اور پلکیں آپس میں جڑنے
لگی تھیں۔ نیلے آسمان پہ چمکتا سورج بھی ساتھ ساتھ ہی تھا۔ شیشے سے آتی روشنی اسکا چہرہ بھگور ہی تھی۔ جانے کب
اسکی آنکھ لگ گئی۔ وہ کتنی دیر سوتی رہی یہاں تک کہ اس تیز آواز پہ اس نے ہڑبڑا کر آنکھ کھولی تھی۔ وہ بسنی تلے
ہوئے نان بیچنے والا نان میں دنیا جہان کی خصوصیات گنوتا، خوشبوئیں اڑاتا بس میں چڑھ آیا تھا۔ ناریل کی گریاں بیچتا
ایک لڑکا، چکوال کی ریوڑی کی صدائیں دینے والا سب کو دود دانے کھلا رہا تھا۔
"آپ کچھ کھائیں گی زیب؟؟؟"

بس زرا دیر کور کی تھی۔ اسکے منع کرنے کے باوجود وہ اتر کر اسکے لیئے چپس اور جوس خرید لایا تھا۔
سفر پھر سے شروع ہو گیا۔ گاؤں قصبے بنتے گئے اور پھر شہر۔ مٹی گارے کی دیواریں پلستر سے ڈھکنے لگی، دوکانوں کے
بورڈ انگریزی میں بدلنے لگے۔ اس نے پھر سے کھڑکی پہ نظریں جمائیں۔ کنڈکٹر نے ٹیپ چلائی تھی۔ نور جہاں کا
شیدائی تھا، فلمی گانوں کی کیسٹ جس میں ماضی بھرا ہوا تھا۔
"اک تیرا پیار مینوں ملیا میں دنیا توں ہو ر کی لینا"

زین النساء نے گود میں رکھے بیگ پہ ہاتھ ٹکائے اور آنکھیں موند لیں۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"ہوویں ناں دور نظراں تو۔۔۔"

نظروں اور مقدر سے تو وہ ایک شخص کب کا دور جا چکا تھا۔

شروع میں اسکی بات سن کر چچی پریشان ہی ہوئی تھیں۔ نیا شہر، نئی یونیورسٹی، نئی شادی ایک دم سے اس نے یہ بات کر دی۔ ابھی تو اسکے اپنے لئے سیٹ ہونا مشکل ہوتا کجایہ کہ زیب النساء اسکے ساتھ جاتی۔ انکے وہی ماؤں والے اندیشے تھے کہ کیسے رہو گے، سب کیسے ہوگا، حویلی میں رہنے میں کیا مضائقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لڑکے نے ہر بات کا جواب اور مسئلے کا حل سوچ رکھا تھا۔

شہر میں ابو نے بہت پہلے مکان لیا تھا۔ وہ امی اور زین کو لیکر گئے بھی تھے پر پھر انکی وفات کے بعد چچی واپس آگئی تھی۔ تب سے وہ مکان یو نہی تھا۔ کبھی کرائے پہ دیا جب کرائے داروں نے تنگ کیا تو سال چھ منے خالی پڑا رہا۔ اب بھی زین نے وہیں رہائش سوچی تھی۔ گھر خالی کروایا، وہیں یاروں دوستوں نے رنگ روغن صفائی ستھرائی کی۔ زین یہاں گاؤں سے ضرورت کا سامان، پلنگ بستر برتن وغیرہ ایک ٹرالی بھر کر چھوڑ آیا۔ وہاں والوں نے سیٹ کر دیا۔ تب زیب النساء کو لیکر گیا۔ چچی بھی بیٹے کی رضا میں راضی مان گئیں پر ساتھ چلنے کو بالکل راضی نہیں ہوئیں۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔ یہاں میاں جی ہیں، امی ہیں۔ تم دونوں ہر ہفتے آجانا میرے پاس۔"

وہ بھی چپ رہ گیا۔

تو بس یوں گاؤں سے شہر، اُس حویلی سے اس مکان تک کا سفر طے ہوا تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

زین تو یونیورسٹی چلا گیا تھا۔ زیب النساء نے ادھورے کام پورے کرنے کو کمر کس لی تھی۔

چھوٹا سا گھر تھا۔ سامنے سامنے دو کمرے تھے، آگے برآمدہ تھا جسکے ایک کونے پہ باورچی خانہ تھا اور دوسرے کونے پہ اوپر جاتی سیڑھی کی ترچھی چھت کے نیچے چھوٹا سا سٹور تھا۔ اس نے سارا اکاٹھ کبار، خالی گتے کے ڈبے وہیں بھر دیئے تھے۔ ایک کمرے میں پلنگ سیٹ کیا، الماری میں تہہ کر کے کپڑے رکھے، اسکے پڑھنے کے لئے ایک طرف میز کرسی جہاں اسکی کتابیں ترتیب سے سجادیں۔ دوسرے کمرے کو کسی آئے گئے کے لئے چارپائی بچھا، کرسیاں میز رکھ کر ترتیب دیا۔ سفید کڑھائی والی چادریں بچھا، کلمہ طیبہ والی سینری سجائی اور دروازہ بند کر دیا۔ باورچی خانے میں برتن اپنی آسانی سے لگائے، شیلف دھو کر چولہا سیٹ کیا۔ برآمدہ جانے کب سے رگڑائی مان رہا تھا۔ یہاں سے وہاں تک پائپ لگا کر دھوڈالا۔ ٹنیوں مٹی بہہ نکلی اور چپس نکھر آیا۔ صحن میں یہ داخلی دروازے کے ساتھ دونوں طرف کیاریاں تھیں۔ بوگن ویلیا دیوار پہ چڑھی ہوئی تھی۔ امرود کا بونا پیڑ، خود رو کی جھاڑیاں، کچھ اوندھے سیدھے گملے۔ صحن سے جھاڑو مار مار پانی مٹی کیاری میں بھرتی رہی تھی۔ سیڑھیاں بھی دھوڈالیں، گملے سیدھے کر کے رکھے، سوچا زین سے کہے گی پھولوں کے بیج لادے تو بودے گی۔

اس سے فارغ ہوئی تو دن کا ایک بج رہا تھا۔ نہاد ہو نماز پڑھی اور باورچی خانے میں آگئی۔ وہ دو بجے کے قریب گھر پہنچا تو سالن تیار تھا اور وہ آٹا گوندھ چکی تھی۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"تو یہ میرا گھر ہے"

اس نکتے قد کے لڑکے نے ٹھٹھک کر صاف ستھرے فرش کو دیکھا اور جوتے اتار کر ننگے پیر برآمدہ پار کیا۔ ایک صفائی ان لڑکوں نے مل کر کی تھی، ایک وہ تھی جو کام والی سے کروائی گئی تھی اور ایک آج ہوئی تھی۔ جو پہلے ہوئی تھیں اس سے وہ مکان صاف ہو گیا تھا، آج مکان گھر بن گیا تھا۔ ایک نظر دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ اس گھر کا کوئی مالک ہے جسے اسکی پرواہ ہے۔ وہ برآمدے میں بچھی چارپائی پہ بیٹھا تھا اور سامنے بوگن ویلیا کے آتشی پھول اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

چنے کی دال، پیاز اور ٹماٹر کا سلاد، روٹی۔ اسے سے سادہ کوئی کھانا ممکن نہیں تھا۔ اس جیسا کھانا کوئی اور نہیں تھا۔ اس پکھانے کی خوشبو میں وہ زیب النساء کو محسوس کر سکتا تھا۔

"آپ نے کیوں خود کو تھکایا؟ یہ سب آہستہ آہستہ بھی ہو سکتا تھا۔ نوکرانی تھوڑی ہیں آپ"

وہ نوکرانی نہیں تھی، وہ اسکا گھر تھا۔

وہ اسکی نئی فرمائش پہ پریشان ہو گئی۔

"میں اتنے سارے کپڑے تو لیکر آئی ہوں گاؤں سے۔"

"کتنے سارے؟؟؟"

وہ چپ رہ گئی

نہین النساء خرید ذوالفقار

"میں نے تو آپکو ہمیشہ ان تین کے علاوہ چوتھے جوڑے میں نہیں دیکھا۔"

"میرے پاس کپڑے ہیں زین۔"

وہ رسان سے بولی تھی۔

"تم خوا مخواہ پریشان مت ہوا کرو۔ بس اپنی پڑھائی پہ توجہ دو۔ یہ باقی سارے معاملات مجھ پہ چھوڑ دو۔ مجھے کسی چیز

کی ضرورت ہوگی تو تم سے خود کہہ دوں گی"

اس نے زیب النساء کی ساری بات تحمل سے سنی

"آپکو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے اور وہ لینے آپ میرے ساتھ جا رہی ہیں بس بات ختم"

بس بات ختم۔ وہ چادر اوڑھ تیار ہو گئی۔ بایک پہ اس کے پیچھے بیٹھی تو اس نے اتنے دنوں میں پہلی بار دیکھا کہ انکے گھر والی گلی کیسے سڑک پہ کھلتی تھی۔ وہ سڑک جسکے کونے پہ بڑا سا سٹور تھا۔ شہر اس نے پہلی بار نہیں دیکھا تھا پر یوں ایسے کسی ایسے کہ ساتھ وہ پہلی بار وہاں آئی تھی۔ امی کے ساتھ آتی، چچی تائی کے ساتھ اور دوکانوں بازاروں سے خریداری کی واپس۔ اس بڑے شہر کے بڑے بڑے مال اس نے پہلی بار دیکھے تھے۔

"مجھے عام دوکان سے سوٹ لے دو بس۔ یہاں اتنے مہنگے کپڑے ہوں گے۔ زین چلو واپس"

"پاگل ہیں کیا"

اس نے بمشکل اپنا بازو چھڑوایا جو اسے گھسیٹ کر اس سٹور سے باہر لے جانا چاہتی تھی۔

زین النساء خرید ذوالفقار

تو وہ اسے اس جہان میں لایا اور کہا دیکھو ایک دنیا یہ بھی ہے۔ رنگ خوشبوئیں اور جادو۔ بڑے بڑے پلازے، کانچ کی دیواروں والی دوکانیں اور دیو قامت اشتہارات۔ کس لڑکی کو مہنگا کپڑا نہیں چاہیے؟؟ کسے نئے کپڑے کی خوشبو سے الجھن ہوتی ہے؟؟ کسے سبز لال پیلے نارنجی ملبوسات اوڑھنے پہننے کا شوق نہیں؟؟؟
نا نہیں بالکل جھوٹ۔

اس نے گلابی جوڑے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اس نے خرید لیا۔ لال جوڑا بھی لے لیا۔ اور وہ سبز پتوں والا ٹھنڈا سا۔ وہ جب بس کہہ کر دوکان سے نکلنے کو تھی، زین نے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔
وہ ہلکے اور کھرے نیلے رنگ سوٹ تھا۔ خوبصورت کڑھائی سے سجی قمیض اور ریشم کا ساڈو پیٹہ۔
"یہ بہت مہنگا ہے زین"
وہ بالکل بھی مہنگا نہیں تھا۔ کسی کو کچھ دینے کے لئے دل آجائے تو پھر کچھ بھی مہنگا نہیں رہتا۔

چچی کا فون آیا ہوا تھا۔

روزانہ عشاء کے بعد وہ اس سے بات کرتی تھیں۔ زیب النساء سے بھی حال احوال ہوتا۔ اب بھی وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو وہ آخری سیڑھی پہ بیٹھا انہی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔
وہ بستر کی چادر درست کر کے سونے کے لئے لیٹ گئی تھی۔ جانے وہ کب کمرے میں آیا اور سویا، زیب النساء کو خبر نہیں رہی تھی۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

تو زندگی بس ایسی ڈگر پہ ہی آگئی تھی۔ وہ اسکی بس اتنی خبر رکھتی جتنی اسے لگتا کہ رکھنی چاہیے۔ وہ رات کو دیر تک پڑھنے کا کہتا تو اسے چائے بنا کر خاموشی سے سو جاتی۔ وہ جس دن کہہ جاتا کہ دوپہر کو دیر سے آؤں گا تو دوپہر کا کھانا کھا کر اپنے کام میں لگ جاتی۔ اسے ہر وقت سوالوں کے نیزے چبھوتی اور ناہی اسے ہتھیلی کا چھالہ بنائے رکھتی تھی۔ وہ گھرا ب اسکا کل تھا۔ سیڑھیوں پہ رکھے گملوں میں پودے جو ان ہونے لگے تھے۔ ڈلیا، گیندا، سدا بہار، اور عشق پیچاں۔ بوگن ویلیا کی کانٹ چھانٹ وقت پہ ہوتی۔ کیاریاں پودینے اور گل دوپہری سے بھر گئیں۔ کسی دن مشین رکھ کر سلائی کرتی۔ جی بھر جاتا تو لپیٹ کر رکھ دیتی۔ تھک جاتی تو آرام کر لیتی، نیند آتی تو سو جاتی۔ پڑوس سے جان پہچان ہو گئی تھی۔ کچھ پکایا تو بھیج دیا، خود گھڑی دو گھڑی کو ہو آئی۔ سکھ دکھ میں شامل ہونے لگی۔ اب زیب النساء کو لگنے لگا تھا کہ زندگی مہربان ہوتی جا رہی ہے۔

صبح جب وہ یونیورسٹی کے لیئے نکلتا تھا تبھی سے موسم خوشگوار سا تھا۔ سورج کی چمک تو لگی پر بھی دس بجے کے قریب بادل گہرے ہوئے تو روشنی مدھم پڑ گئی۔ زیب النساء نے تار پہ سوکھتے کپڑے وقت پہ اتار لیئے اور کمروں کی کھڑکیاں بھی بند کر دیں۔ ہوا کے جھونکے تیز ہوئے اور بوگن کے پھول سارے صحن میں بکھر گئے۔ وہ باورچی خانے میں سبزی بنا رہی تھی جب اس نے صحن میں کھلتی کھڑکی پہ بوندوں کی آواز سنی تھی۔ بارش کی مدھم سے شرارت بھری چاپ۔ اس نے سناسر گوشیوں میں وہ اسکا نام پکار رہی تھی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ وہ باورچی خانے سے نکلی اور برآمدہ پار گئی۔ یہ زرا راسی پھوار دیکھتے دیکھتے قطروں میں ڈھلی اور ٹپ ٹپ۔۔۔۔۔

زین النساء خرید ذوالفقار

صحن گیلا ہوتا چلا گیا۔ زیب النساء کھلکھلا اٹھی۔ عشق پیچاں کے جامنی پھولوں نے دیکھا وہ مسحور ہو چکی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلانے، آنکھیں موندے دور گاؤں میں پہنچ گئی۔ چہرے پہ پڑتی بوندوں کو اس نے ویسا ہی پایا جیسا سرسوں کے کھیت کے بیجوں بیج بنی پگڈنڈی پہ گھر کی اور بھاگتے پایا تھا۔ تو بارش ایک سا بھگوتی ہے۔ سردی گرمی بہار خزاں۔ شہر گاؤں یہاں وہاں۔ بارش ایک سا بھگوتی ہے اور وہ بس پانی سے نہیں یادوں سے بھگوتی ہے۔ تو بارش نے تو اپنا فرض نبھانا ہی تھا۔ ہوا کے رتھ پہ سوار، کبھی ادھر کو اور کبھی ادھر کو بوندوں کے غول ہولے ہولے کوئی گیت گارہے تھے۔ زیب النساء نے سنا اور انکے ساتھ دہرایا۔

تب اس نے زین کی بانیک کا ہارن سنا۔ تب دروازہ دھاڑ سے کھلا اور وہ بانیک سمیت اندر داخل ہوا۔ بارش میں بھینگتا، بانیک کو گھسیٹتا برآمدے تک لے گیا تب زیب النساء نے آنکھیں کھولیں۔ خود پہ نظر ڈالی اور سوچا یہ زیادہ ہی ہو گیا۔

"جب فرمائش بھگو دینے کی، کی تھی تو یہی ہونا تھا۔ کم زیادہ کچھ نہیں، بارش نے تو ایسے ہی بھگونا تھا" وہ ادھوری خواہش دبائے برآمدے میں جانے کو تھی جب وہ صحن میں اتر آیا۔ مسکرا کر اسے دیکھا اور ہولے سے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے پتہ تھا میں گھر پہنچوں گا آپ مجھے کیسی خوش ملیں گی۔ میں نے بارش کی بوندوں میں آپ کی مسکراہٹ سن لی تھی زیب النساء"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ اسکے ساتھ بھگنے کی مچلتی چاہت کو دبا کر، بچنے کو وہیں صحن میں گاڑھ کر چھت تلے پناہ لے لینا چاہتی تھی پر زین کے ہاتھ میں دبے اسکے ہاتھ نے رہائی ناپائی تھی۔ وہ اسے لئے صحن کے وسط میں آگیا۔ اسکے بھگے چہرے پہ ٹھہری بوندوں کو دلچسپی سے دیکھا اور ہوا کی لہروں کے حال پہ خود کو چھوڑ دیا۔

"کوئی نہیں زیب جو کہے خبردار۔ یاد کریں آخری بار کب خواہش کی اور پوری ہوئی۔ اب سے یہ پل ہے وہ آخری بار۔۔۔۔۔"

اس نے آہستگی سے اپنے ہاتھ میں دبا اسکا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اس بندھن کے گرد بل کھا کر رہ گئی۔ اسکے گیلے بالوں کی لٹ زین کے چہرے کو چھو کر اسکے کندھے پہ ٹھہر گئی تھی۔

"تو؟؟؟؟؟"

اس نے مسکراتے ہوئے بوگن ویلیا کا وہ پھول اسکے بالوں میں اٹکا دیکھا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔"

زین نے ہاتھ بڑھایا اور اسکے رخسار پہ ٹھہری شفاف بوند کو انگلی کی پور پہ لیا تھا۔ زیب النساء کے گال کارنگ گل دوپہری کے پھول کا سا ہو گیا۔ ٹھنڈک بھری بارش میں بھگے چہرے پہ بھی وہ لمس حدت چھوڑ گیا تھا۔ اسکی انگلیاں اب ماتھے پہ آئی لٹ سے الجھ رہی تھیں۔

"میں رقیب نہیں ہوں زیب۔ میں تیسرا نہیں بننا چاہتا"

زیب النساء نے اسکے دل کو بے تاب پایا۔ اس نے اپنے دل کو اسکی اور لپکتے دیکھا تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"میں خائن نہیں بننا چاہتا زیب"

زیب النساء نے ہولے سے سر جھکایا اور ماتھا اسکے سینے سے ٹکادیا تھا۔

"نہیں"

زین نے قطعیت سے منع کیا اور اسکے ہاتھ سے بیسن کا ڈبہ لیکر واپس رکھ دیا۔

"ایسی بھی کیا مصیبت کہ چار پکوڑوں کے لئے اب آپ چولہے پہ چڑھ جائیں۔ چلیں کہیں باہر چلتے ہیں"

اس نے وہی نیلا سوٹ پہنا تھا جس کے دامن پہ سفید پھول کڑھے ہوئے تھے۔ وہ بھی کپڑے تبدیل کر کے، بایک سٹارٹ کر چکا تھا۔

وہ شام اپنی ہی ذات میں مست تھی۔ اس نے جوئے پی تھی، زیب النساء نے اسکا نشہ اپنی رگوں میں اترتا محسوس کیا تھا۔ زین کے پیچھے بایک پہ بیٹھی وہ نمودار ہوا میں سانس لیتی زین کے پرفیوم کی مہک محسوس کر سکتی تھی۔ وہ ہوا جو پہلے اسے چھوتی تھی، پھر زیب النساء کے آنچل کو لہرا دیتی تھی۔

وہ سیاہ کولتار کی سڑک نہادھو کرا جلی اجلی لگ رہی تھی۔ اتنا بے تحاشا برسنے کے بعد بادل مغرب کی اور بھاگے جا رہے تھے۔ اس دور تک پھیلی سڑک پہ، بایک پہ وہ اسکے ساتھ جانے کہاں کورواں تھی۔ وہ اسے جہاں بھی لے جا رہا تھا، لے جاسکتا تھا۔ وہ راستہ جسکے دونوں اطراف درخت شروع ہو چکے تھے۔ انکی پشت پہ مغرب میں سورج نمودار

نہن النساء خرید ذوالفقار

ہوا تو زیب النساء نے دیکھا۔ سامنے نیلے آسمان پہ کمان کی مانند قوس قزح نمودار ہوئی تھی۔ وہ مسحور ہو گئی۔ اس نے خود سے پوچھا کیا وہ بہشت میں ہے۔۔۔۔

بانیک رکی اور وہ نیچے اتر آئی۔

"میرے ساتھ واک کریں گی؟؟؟؟؟"

اس نے آہستگی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبایا اور اس دھنک کی کمان کی طرف رخ کیا۔ تو وہ رنگ منزل تھے۔ زین نے چاہا وہ جواز اور جواب بھول کر اچھنبے سے سوچے یہ رنگ کیونکر بکھر گئے ہیں۔ یہ سائنس پر زم منعکس روشنی، یہ ساری ایجاد ابھی ہونی ہو، ابھی کے لئے وہ دھنک بس ایک معمہ ہو۔ کاش کہ ایسا ہو۔ وہ پہیلی ہو جسکا جواب وہ اسکے ساتھ ڈھونڈے۔ اس نے رخ موڑ کر دیکھا اور چاہا کہ اپنے لمس سے وہ دھنک اپنی ساتھی کے وجود پہ بکھیر دے۔ یہ لال نیلا کاسنی رنگ اسکی آنکھوں میں دکھائی دے۔ وہ اس سے اپنی خواہش کہتا کہتا رک گیا۔

وہ آج ساتھ تھی، کب تک رہتی؟؟؟ دل میں تو آج بھی مانتا تھا کہ ایک دن ایسا ہو گا کہ وہ بے گناہ ثابت ہو جائے گی۔ وہ دن جب وہ محبت جیت جائے گی تو اپنی محبت کی طرف لوٹ جائے گی۔ تو وہ اس پہ اپنے رنگ چھوڑ کر اسے اپنے رنگ کا کیسے کر لیتا۔۔۔۔۔

READERS CHOICE

"تم میری عادتیں خراب کر رہے ہو۔ میں بگڑی ہوئی کوئی بچی بن جاؤں گی زین جو پھر رو نپا سٹنا مچایا کرے گی اور ہر صورت اپنی منوا ہی لیا کرے گی"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ آئس کریم اسے تھما کر ہنس پڑا

"چلیں ایسے بھی ٹھیک ہے۔ میں بھی تو دیکھوں آپ ضد کرتی کیسی لگیں گی"

شام ڈھل چکی تھی۔ رات جنم لے چکی تھی۔ دھل چکے سیاہ آسمان پہ چاندی کے تارے جھلملانے لگے تھے۔

"کسی روز ضد کیجئے گا زیب۔ کسی رات چاند کو دیکھ کر مچل جائیے گا۔ تب میں اسے زمین پہ لانے کی کوئی تدبیر ضرور سوچوں گا"

وہ نجانے کیوں یہ کہہ گیا۔ شاید چاہتا تھا وہ کہہ دے چاند۔ شاید وہ مانگ لے۔ پر وہ بول بھی ناسکی، چپ رہ گئی۔ وہ گھر لوٹ آئے تھے۔

وہ چھوٹا سا صحن جس پہ دو سیڑھیوں کی بلندی پہ برآمدہ تھا۔ وہ اسی سیڑھی پہ اس کے برابر میں آ بیٹھا جب وہ بیٹھی بوگن ویلیا کے سوچکے پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔

"میں تم پہ مسلط کی گئی ہوں زین۔ مجھے یہ بات یاد ہے۔ یہ بھولے تم بھی نہیں ہو"

اس نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ مجھ پہ فرض کی گئی ہیں۔ تو مجھے بتائیے اس تعلق میں محبت بھی فرض کی گئی ہے؟"

وہ زرار کا

"مجھے آپ سے محبت کرنی چاہیے؟؟؟؟؟"

نہن النساء خرید ذوالفقار

وہ جواب نہیں دے سکی تھی۔ وہ سوال تھا۔ کہ وہ اجازت تھی۔ وہ جواب نہیں دے سکی تھی۔ زین نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا اور ہولے سے اپنا سر اسکے ذانوپہ رکھ دیا تھا۔

رات کے دامن میں بڑی سریلی سی ٹھنڈک بھرتی جا رہی تھی۔ گیلی سی ہوا بدن سے ٹکراتی، لوریاں سناتی تھی۔ برآمدے میں چلتے انرجی سیور کے گرد بہت سارے پروانے جمع تھے۔ روشنی برآمدہ پار کرتی صحن میں اتر رہی تھی۔ سیڑھی پہ بیٹھے ان دونوں کے سامنے دور بوگن تک پھیلے ہوئے تھے۔ دور کہیں جھینگر بولتا تو سناٹا ٹوٹتا تھا وگرنہ خاموشی تھی۔

زیب کے گٹھنے پہ سر رکھے زین نے یکدم سراٹھایا۔ زیب النساء نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟؟؟"

"امی کو فون کرنا تھا، ذہن سے نکل گیا۔ وہ یقیناً انتظار میں ہوں گی۔ شٹ میرا فون بھی یقیناً سائلنٹ پہ ہو گا۔۔۔"

یہ اسکا روز کا معمول تھا۔ وہ چچی سے اس وقت ضرورات کرتا تھا۔ اب بھی اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ برآمدے کی دیوار پہ لٹکی گھڑی گیارہ بج رہی تھی۔

"اب تو وہ سوچکی ہوں گی"

زیب نے اسے بغور دیکھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"تم انہیں مناؤ اور اپنے ساتھ شہر لے آؤ زین"

جواباً وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا

"کاش میں یہ کر سکتا۔۔۔"

وہ دور کسی غیر مرئی نکتے کو تکتا رہا۔

"شائد میں یہ کرنا ہی نہیں چاہتا زیب۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ آئیں اور یہاں رہ کر ان اذیت بھرے لمحات کو یاد

کرتی رہیں"

"کیوں؟؟؟؟"

"آپ کو نہیں پتہ کیوں؟؟؟؟ آپ کو نہیں پتہ یہاں کیا ہوا تھا؟؟؟؟"

وہ ایک لمحے کو چپ رہ گئی۔ جانتی تو تھی۔ یہی سنتے سنتے تو بڑی ہوئی تھی۔ زین صحن کے فرش پہ نظریں گاڑھے ہوا تھا۔

"مجھے میرے بچپن کی کوئی بات یاد نہیں ہے زیب مگر وہ منظر سارے کا سارا یاد ہے۔ یہ یہاں، یہیں دور تک زیب،

اتنی دور تک بس خون ہی خون تھا"

زیب النساء نے یوں سر جھکا لیا جیسے وہ اسکی مجرم ہو۔

"میں نہیں چاہتا وہ یہاں آکر رہیں اور ہر شام، ہر رات بار بار اپنے شوہر کو قتل ہوتا، موت کے گھاٹ اترتا دیکھیں۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اس نے لمبا سانس بھرا اور اٹھ کھڑا ہوا

"میں سونے جا رہا ہوں۔ آپ بھی آرام کر لیں زیب۔ شب بخیر"

"سارا وقت پتر کو یاد کرتی ہے۔ اسکے فون کا انتظار کرتی ہے، اسی کی اڈیک میں رہتی ہے۔ نیک بختے پھر اسکے ساتھ کیوں نہیں چلی گئی۔ پتر کے پاس کیوں نہیں چلی گئی۔۔۔۔"

دادی نے ان سے کہا تھا جب وہ عشا کی نماز کے بعد فون ہاتھ میں لئیے، زین کے فون کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ اسکا نمبر ملایا مگر فون اٹھایا نہیں۔ سو بار دل کو سمجھایا کہ مصروف ہو گا پھر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ دادی ذکر اذکار سے فارغ ہوئیں تو دیکھا وہ انتظار میں پیڑھی پہ بیٹھی سو گئی تھیں۔

"اٹھ جا۔ اٹھ جا میری دھی، اندر جا کر آرام سے سو جا۔ کر لے گا کل کو فون۔ ٹھیک ہو گا اللہ کے کرم سے۔ کملی نا بن۔۔۔۔"

جاتے جاتے مشورہ بھی دیدیا

"پتر کے پاس شہر چلی جا۔ دل کو سمجھا۔ سولہ سال ہو گئے ہیں اب تو ناصف کو گزرے۔ دل کو سمجھا اور آگے بڑھ جا۔۔۔۔"

"کاش یہ اتنا آسان ہوتا ماں جی"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ انہیں کہہ کر کمرے میں آگئیں۔ خالی گھر، اکیلا کمرہ۔ یادوں کے بھوتوں نے تو یہاں وہاں منڈلانا ہی تھا۔ ماضی نے جب اشارہ پایا، فوراً حال کے محلول میں حل ہوتا چلا گیا۔

"کاش یہ اتنا آسان ہوتا۔۔۔۔۔"

"کاش یہ اتنا آسان ہوتا۔ یہ سب بھول جانا۔ کچھ بھی یاد نہ رکھنا۔ امی کا سب کچھ چھوڑ چھاڑ یہاں آ بسنا۔۔۔۔۔"

زین نے کروٹ بدلی اور دیکھا۔

سامنے دیوار پہ وہ سائے سے تھے جو ماضی نے اسکی یادوں کی صورت میں بھیجے تھے۔ وہ دو جھگڑتے آدمی جن میں سے ایک اسکا باپ اور دوسرا اسکا تایا تھا۔ اسے وہ باتیں یاد نہیں تھیں پر وہ لہجے یاد تھے۔

اس سے دور، اپنے کمرے میں چچی بھی ویسے ہی کروٹ لیئے لیٹی تھیں۔ ہو بہو ویسے ہی ماضی نے دیوار پہ سایوں کی مدد سے نوٹنکی چلار کھی تھی۔ وہ دو جھگڑتے آدمی جن میں سے ایک انکا شوہر اور دوسرا انکا جیٹھ تھا۔ انہیں وہ باتیں بھی یاد تھیں اور وہ لہجے بھی یاد تھے۔

"آپ بھائی ہو کر بھائی کی عزت پہ ڈاکہ ڈالتے ہو۔ آپکو شرم نہیں آئی اپنی بھابھی کے ساتھ یوں۔۔۔۔۔"

انکے لب کپکپا کر رہ گئے۔

ویسے جیسے ان سے دور، بہت دور شہر میں اپنے بستر پہ لیٹے زین کا سارا وجود کپکپا رہا تھا۔

وہ مار پیٹ۔۔۔۔۔ جھگڑا۔۔۔۔۔ شور۔۔۔۔۔ ماں کی چیخیں۔۔۔۔۔ رونے کی آوازیں۔۔۔۔۔ اور پھر وہ خون۔۔۔۔۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

زیب کی آنکھ اسکی چیخ پہ کھلی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ برآمدے سے آتی ناکافی روشنی میں بھی وہ اسکا کانپتا وجود دیکھ سکتی تھی۔ اس نے جلدی سے لائٹ جلائی اور اسکے پاس آئی

"کیا ہوا۔۔۔ زین۔۔۔ زین کیا ہوا ہے۔۔۔"

وہ پسینے میں شرابور تھا۔ کپکپاتے لب، لرزتا وجود اور گھٹی گھٹی آواز

"ب۔۔۔ بابا۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"سب ٹھیک ہے۔ زین۔ سب ٹھیک ہے"

اس نے رسان سے اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"وہ خون ہے۔۔۔ دیکھیں۔۔۔ وہ خون۔۔۔ بابا۔۔۔"

زیب النساء نے اسکا سر گود میں رکھا اور اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی تھی۔

"میں ہوں تمہارے پاس۔ بس سب ٹھیک ہے۔ زین۔۔۔ سب ٹھیک ہے"

بہت دیر تک وہ اس ان دیکھے خون سے ڈرتا، اسے نجانے کیا کیا بتاتا، وہیں اسکی گود میں سر رکھے سو گیا تھا۔ زیب النساء ویسے ہی بیٹھی، رسان سے اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھے، اس پہ آیت الکرسی پڑھ پڑھ کے دم کرتی رہی تھی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

یونہی بیٹھے بیٹھے جانے کب اسکی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ اگلی صبح وہ جاگی تو وہ ویسے ہی اسکی گود میں سر رکھے ہوئے تھا۔ اسکے گال پہ رکھے اپنے ہاتھ پہ زیب النساء نے تپش محسوس کی تھی۔ وہ بخار میں تپ رہا تھا۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے یونیورسٹی جانے کی۔ ایسی کونسا تمہاری پی ایچ ڈی رہ جائے گی۔" وہ صبح جب اٹھ کر بیٹھا تو زیب النساء نے ڈانٹ دیا تھا۔ اسکے لئیے ناشتہ تیار کیا اور وہیں بستر پہ ہی دیا، دوا دی اور آرام سے لیٹنے کا حکم دیا

"نرس بھرتی ہو جائیں ہسپتال میں جا کر"

اس نے برا سامنہ بنایا۔

"ڈاکٹر ناگ جاؤں۔۔۔۔"

ڈاکٹر لگ جانا جیسے اتنا ہی آسان تھا۔ (ہائے)

ارتقاء کا یہ اصول ہے کہ جو خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لیتا ہے، وقت کے بدلاؤ کے ساتھ ساتھ خود کو بدلتا ہے، بچ رہ جاتا ہے وگرنہ تلف ہو جاتا ہے۔

وہ حویلی سے نکلی تو اس چھوٹے سے گھر میں پہنچ گئی۔ اب وہاں کے رنگ ڈھنگ کو اپنا لازم تھا۔ اگر جو جینا اور جیتے رہنا مقصود تھا تو زمانے کے چلن کے ساتھ چلنا تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

ان دو انسانوں کی زندگیاں ایک دوسرے کے ساتھ توازن میں آگئی تھیں۔ وہ دو جو داب ایک سی فریکوئنسی کے ساتھ حرکت میں تھے توازن کا ساتھ ریزوننس پیدا کرتا تھا۔ اب ایک کا ہونا دوسرے پہ اثر ڈالتا تھا اور دوسرے کے رکنے سے پہلے پہ اثر پڑتا تھا۔

وہ جو اسکی ذمہ داری مارے باندھے نبھانے کا سوچتا تھا، اب دل جان سے اس فرض کی ادائیگی میں لگ چکا تھا۔ جانے یہ کب ہوا تھا پر ہو گیا تھا کہ زیب النساء اس گھر کے ساتھ ساتھ اسکی زندگی میں بھی شامل ہو گئی تھی۔ وہ شامل ہونا ایسا نہیں تھا کہ کسی بھی وقت اسے الگ کر دیا جاسکتا، نہیں۔ وہ حلول کر گئی تھی۔ اُسکی زندگی میں سے زیب النساء کو نکالا جانا ناممکن ہونے لگا تھا۔

چھٹی کا دن تھا۔

وہ آرام سے سو کر اٹھا تھا۔ زیب النساء مشین لگائے کپڑے دھونے میں مصروف تھی۔
"ناشتہ؟؟؟؟؟"

جمائی روکتا وہ برآمدے کی سیڑھی پہ آرکا۔ زیب النساء نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
"بنالو۔ بلکہ ایسا کرو خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ"

وہ ہولے سے ہنسا اور وہیں سیڑھی پہ بیٹھ گیا۔

"اچھا۔ ایسا تھا تو آپ کسی باورچی سے شادی کر لیتیں۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

"اچھا۔ ایسا تھا تو تم باورچن ڈھونڈ لیتے"

وہ کپڑے دھودھو ڈھونڈ کر بھر چکی تھی۔

"باورچن پارٹ ٹائم دھوبن"

"کر تو چکا۔۔۔"

وہ زور سے ہنسا۔ وہ اسکی بات کا مطلب سمجھی تو غصے سے اسے دیکھا۔

"اب بنو لینا ناشتہ جس سے بنوانا ہوا۔۔۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑے کی بنی پہ رکھی کپڑوں کی ٹوکری اٹھائے چھت کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"ایسے ہے تو ایسے ہی سہی۔ سارے محلے کی آنتیاں باجیاں چھت پہ کپڑے ڈالتے مجھے دیکھیں گی تو سوچیں آپکے

بارے میں کیا سوچیں گی۔"

کپڑے چھت پہ ڈال کر وہ نیچے آیا تو وہ باورچی خانے میں تھی۔ زین نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے ٹرے لے لی

جس میں وہ آلو چھیل چھیل کر رکھتی جا رہی تھی۔ ایک کانٹا لیکر وہ انہیں مسلنے لگا تھا۔

"شکر ادا کیا کریں اللہ کا کہ اس نے کیسا سکھڑا دیا ہے آپکو۔ باورچی پارٹ ٹائم دھوبی۔۔۔"

READERS CHOICE

زین یونیورسٹی جا چکا تھا۔

زین النساء خرید ذوالفقار

وہ سارے کام نمٹا کر فارغ ہوئی تو ڈائری لیکر برآمدے کی سیڑھی پہ آ بیٹھی۔ ایک عرصہ ہوا اس نے لکھنا چھوڑ دیا تھا۔ تب سے جب سے اس کا لفظوں سے اعتبار اٹھ گیا تھا۔ جب سے حروف نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ ڈائری کھولتے ہی جو پہلا صفحہ تھا اس پہ وہ ورق چسپاں کیا گیا تھا۔ وہ جس پہ اسکا نام لکھا تھا۔ وہ نام جو اس شہر سے بہت دور، کھیتوں کے اس پار، شفاف پانی کے نالے کے کنارے درخت پہ کندہ تھا۔ وہ جس سے کوئل چڑتی تھی۔

"زین النساء"

اس ڈائری نے بہت سے پھول دیکھے تھے، رنگ دیکھے تھے۔ سرسوں کی زردیوں سے وہ آشنا تھی، گلابوں کی مہک وہ پہچانتی تھی۔ اور وہ ننھے ننھے نیلے پھول جو بہار کے ساتھ ہی خود روپہ اگتے تھے۔ اور کاسنی پھول کو پک چکی گندم کی سنہری بالیوں سے لپٹی نازک بیلوں کا مان تھے۔ آڑو کی گلابی پتیاں، لیموں کی سفید ترش خوشبو اڑاتی کو نکلیں۔ اب کہ اس پھول کو اس نے اچھنبے سے دیکھا تھا۔ بوگن ویلیا کی وہ کاغذی پتیاں جنکے دامن میں سفید ننھے پھول چھپے تھے۔ اس ڈائری کے لیے وہ پھول اجنبی تھا، وہ پھول جس کے لیے وہ اجنبی تھا، وہ نام اجنبی تھا۔

"زین۔۔۔۔۔"

وہ جو الف پہ اٹک جاتی تھی، زینک پہنچ گئی تھی۔

READERS CHOICE

وہ تخت پہ چوکڑی مارے بیٹھی تھی۔ اسکے پاس نیچے پیڑھی رکھے زین بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے وہ اسکے سر میں تیل کی مالش کر رہی تھی اور وہ غنودگی میں تھا۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

"تم سو رہے ہو؟؟؟؟"

ایک دفعہ کو جو زیب النساء نے ہاتھ روکے اور اسے جھومتے پایا تو حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاتھ دکھ گئے ہیں میرے۔ بس بہت ہوا"

"نہیں نہیں پلیر کرتی رہیں۔ اتنے دنوں سے سر میں درد ہے۔ بس ایک گھنٹہ اور"

"گھنٹہ؟؟؟؟"

زیب النساء نے اسے گھورا

"کسی مالشن سے شادی کر لیتے"

وہ ہنس پڑا

"السلامت زیب۔ خود کو کیا کیا کہہ دیتی ہیں آپ"

وہ بھی ہنس پڑی تھی جب بیرونی دروازے پہ دستک ہوئی اور دروازہ کھلا تھا۔

زیب النساء نے دیکھا چچی اندر داخل ہوئی تھیں۔

"میرا پتر۔۔۔۔"

وہ تیل کے بھرے ہاتھ لئیے بیٹھی رہ گئی۔ زین تیزی سے اٹھا اور ماں کی طرف بڑھا تھا۔ وہ دونوں ماں بیٹا صحن کے

وسط میں کھڑے تھے جب زیب النساء نے مہر النساء کو دیکھا جو چچی کے پیچھے ہی اندر آئی تھی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میرادل بڑی زور سے چاہ رہا تھا اپنے پتر کو دیکھنے کے لئے۔ کل جب تجھ سے بات ہوئی اور تو نے کہا کہ اس ہفتے ملنے نہیں آسکے گا تو میں نے تجھی فیصلہ کیا کہ میں ملنے چلی آؤں گی"

وہ ماں کے پاس بیٹھا تھا۔ سامنے ہی کرسی پہ مہر النساء بیٹھی تھی۔

"تو مجھے بتا دیتیں، میں اڈے سے لینے آجاتا"

"اچھا تو پھر سر پرانز کیسے رہتا؟؟؟"

میرنے کہا تھا۔ چچی مسکرا دیں۔

"میں نے چچی سے کہا تھا تمہیں نا بتائیں۔ ہم دونوں نے مل کر منصوبہ بنایا۔ اب بتائیں چچی، مزا آ یا نا؟؟؟"

زیب النساء باوچی خانے میں اسکی کھلکھلا ہٹیں سن سکتی تھی۔

"اس ہفتے پیپر شروع ہو رہے ہیں۔ پھر میں بھی آؤں گا کسی دن آپکو سر پرانز دینے حویلی۔ ہیں زیب، ہم بھی ایسے ہی بنا بتائے جائیں گے"

اس نے ٹرے لئے آتی زیب سے تائید چاہی تھی۔ اسے آتا دیکھ وہ جلدی سے اٹھا اور اسکے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

"ادھر بیٹھیں آپ میں دے رہا ہوں"

اسے بیٹھنے کا کہہ کر ٹرے لیکر اسنے مشروب کا گلاس ماں کو پیش کیا تھا۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

"اور سنا میری دھی کیسی ہے تو؟ شہر میں دل نہیں لگتا ہو گاناں۔ میں بھی سارا دن بس تمہیں ہی یاد کرتی ہوں۔"

"کیوں نہیں دل لگا۔ انکو تو شہر کی ہوا لگ گئی ہے۔ پتہ ہے آپکو ادھر سواد در جن دوستیں بنالی ہیں انہوں۔ روز پارٹیاں، میٹنگیں پتہ نہیں کیا کیا۔۔۔"

"کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ ایویں بکو اس کرتا ہے یہ چچی جان۔۔۔" وہ ہنس پڑا تھا۔

چچی اندر کمرے میں آرام لیٹی تھیں۔ زین انکے پاس ہی بیٹھا باتوں میں مصروف تھا۔ مہر النساء کی ہنسی سے پورا کمرہ بھر چکا تھا۔ وہ اسکے پیچھے حویلی میں کیا کیا ہو چکا، گاؤں کا سارا احوال اسے سنا دینا چاہتی تھی۔

"آپ آرام کریں امی۔ میں زیب کو دیکھ لوں۔ وہ کھانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ انکو مدد چاہیے ہوگی"

وہ اٹھا تو مہر النساء نے بھی اٹھنا چاہا

"میں آتی ہوں"

"ہر گز نہیں۔ پہلی دفعہ میرے گھر آئی ہو۔ تم مہمان ہو اور ہم میزبان۔ اب تم سے کام کروائیں گے۔ چپکے سے بیٹھی رہو"

وہ زیب کے پاس باورچی خانے میں آیا۔ وہ بریانی کے لئے چاول دھور ہی تھی

نہن النساء نرید ذوالفقار

"میں کرلوں گی زین۔ تم چچی کے پاس بیٹھو"

"آپ یقیناً کر لیں گی۔ آپ سب کر سکتی ہیں لیکن مدد بھی تو لے سکتی ہیں"

وہ زرار کا اور شرارت سے اسے دیکھا

"پارٹ ٹائم باورچی سے شادی کا کچھ تو فائدہ ہو"

اس نے سلا دینا شروع کیا جب مہر النساء دروازے میں آرکی۔

"تو یہ تمہارا بچن ہے۔ اچھا ہے"

وہ طائرانہ نظروں سے ہر چیز کا جائزہ لے رہی تھی

"جی محترمہ یہ ہمارا بچن ہے۔ اب میری سگھڑ بیوی صاحبہ نے اسے اتنی محنت سے آراستہ کیا ہے تو اچھا تو ہو گاناں"

وہ ایک لمحے کو چپ رہ گئی تھی۔

"بڑی اچھی بات ہے نا کہ میں کھڑی دیکھ رہی ہوں اور تم کام کر رہے ہو۔ لاؤ دو میں بناتی ہوں"

اس نے رسان سے اسے منع کر دیا تھا۔

"ناشکری لڑکی موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ خوب نخرے اٹھاؤ۔ ہم جب تمہارے گھر آئیں گے تو تم بھی ایسے ہی ہماری

خد متیں کرنا۔"

زین النساء خرید ذوالفقار

وہ چپ رہ گئی تھی۔ زیب النساء نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسکی چھوٹی بہن کی نظروں میں اس لمحے کیا تھا، نفرت غصہ محرومی حسد، کیا وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔

کھانے کے بعد چچی جان پڑوس میں کسی دوست سے ملنے گئی تھیں۔ زین باہر صحن میں بجھی چارپائی پہ کتابیں لیئے بیٹھا تھا۔ زیب النساء باورچی خانے میں تھی، برتنوں کا ڈھیر دھلائی کا منتظر تھا۔ آہٹ پہ چونک کر اس نے دیکھا۔ مہر النساء اندر آئی تھی۔ زیب نے ایک مسکراہٹ اسکی طرف اچھالی تھی "تم کچھ دیر آرام کر لیتیں۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہیں سلیب کے پاس، سینے پہ بازو لپیٹے ہٹری، اسے برتن دھوتے دیکھتی رہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟؟؟؟"

زین نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہ رہی ہوں تم سے آپی۔ کیا ہوا؟؟؟؟؟"

"کچھ بھی نہیں" **READERS CHOICE**

زین النساء نے حتی الامکان اپنے لہجے کو سادہ رکھا تھا۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

"پھر ڈر کیوں رہی ہو؟؟؟؟؟"

"کس سے ڈروں گی؟ تم سے؟؟ کوئی بہن اپنی بہن سے بھی ڈرتی ہے؟؟؟؟؟"

مہر نے اثبات میں سر ہلایا

"ہاں۔ مجھ جیسی بہنوں سے ڈر لگتا ہے آپ۔ مجھ جیسی بہنوں سے ڈرنا بھی چاہیے جن سے شر کی بو آتی ہو"

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو"

زیب نے اسے ڈپٹا۔ وہ کچھ دیر کے لئے چپ رہ گئی۔

"تمہیں پتہ ہے ناں میں چچی جان کے ساتھ کیوں آئی ہوں؟؟؟ تم سے حویلی میں کچھ کہا تھا، حویلی سے نکلتے ہوئے

سوچ کر آئی ہوں کہ بھول گئی ہو گی تو یاد کرواؤں گی۔ تم وہ پہلی انسان تھیں جس نے میرے لباس کے رنگ سے

میرے دل کا حال جان لیا تھا۔ تو تمہیں اپنے دل کا حال دکھاؤں گی۔"

"مہر تم۔۔۔۔۔"

اسلام علیکم!

ہمارے ادر گرد بہت سے کردار ہیں جن کو ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان

کرداروں کو بخوبی لکھ سکتے ہیں تو اٹھائے قلم اور لکھ دیجئے ایک ایسی کہانی جو دلوں کو چھو لے اور ان

کرداروں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کو بھی اجاگر کریں۔ ریڈرز چوائس

نہن النساء نرید ذوالفقار

آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے کہ جہاں [/https://ezreaderschoice.com](https://ezreaderschoice.com)

آپ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔ آج ہی ہمیں اپنی تحریر ارسال کریں جس کو ہم ایک ہفتے کے اندر اپنی ویب سائٹ اور دیگر سوشل میڈیا گروپ میں شامل کریں گے۔

مزید تفصیلات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

واٹس ایپ نمبر کے لیے ابھی میل کیجئے

Facebook ID: <https://www.facebook.com/mubarra1>

Email address: mobimalik83@gmail.com

readerschoicemag@gmail.com

Facebook groups : **Readers Choice,**

"وہ میرا نہیں ہے ناں آپنی؟؟؟؟؟"

زیب النساء نے چونک کر اسے دیکھا۔ مہر کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ اس کے دیکھتے دیکھتے نمکین پانیوں سے لبالب وہ باندھ ٹوٹ گئے تھے۔ اس نے مہر کے گال پہ دور تک وہ باریک سی لکیر بہتے دیکھی تھی۔ اس کے دل کو جیسے کسی نے مسل ڈالا تھا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

"جھوٹ مت کہنا۔ میں نے اسکی آنکھوں میں سچ پڑھ لیا ہے آپ۔ میں اسے اپنا کہتی رہوں، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ میرا ہے ہی نہیں۔۔۔۔"

زیب کچھ بول نہیں سکی تھی۔ اسے کوئی دلا سے دے سکی اور نا ہی اسکے بہتے آنسوؤں کو پونچھ سکی تھی۔
"میں بری لڑکی نہیں ہوں آپ۔ میں غاصب نہیں ہوں۔ میں وہ بہن نہیں ہوں جو اپنی بہن سے محبت چھیننے کی کوشش کرے۔ میں وہ نہیں ہوں زیب آپ جو میں نے آپکو بتایا تھا۔ میں وہ نہیں ہوں۔۔۔۔"

اس نے گہری سانس بھری اور گردن موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ صحن میں بیٹھازین صاف دکھائی دیتا تھا۔
"میں تم سے یہ نہیں رہوں گی کہ اسکا خیال رکھنا۔ میں ہوتی کون ہوں یہ کہنے والی۔ میں یہ بھی نہیں جتاؤں گی کہ اس سے دستبردار ہو رہی ہوں۔ وہ تمہارا ہے، تمہیں مبارک ہو۔ وہ تمہارے علاوہ اور کسی کے ساتھ خوش نہیں رہے گا۔ تو وہ خوش رہے آپ۔ تو تم خوش رہو۔۔۔۔"

دھوپ صحن سے ہوتے ہوئے دیوار پہ جا چڑھی تھی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور گلابی سوکھے پھولوں کو برآمدے کی سیڑھی تک لے آیا تھا۔ تخت پہ بیٹھی چچی نے گہری سانس بھری تھی۔ جوں جوں وقت شام کی اور سرکتا جا رہا تھا، ویسے ویسے انکی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ کوئی وقت ہوتا اور وہ شروع ہو جاتا۔ وہ جو اتنے سال پہلے ہوا تھا۔
"بھائی۔۔۔۔ بھائی ہو کر اپنے بھائی کی عزت پہ ہاتھ ڈالتے ہیں۔۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ بے یقین سے لہجے میں کہے الفاظ اس ہوا کے ساتھ صحن میں دور تک بکھر گئے تھے۔ وہ آوازیں اونچی ہونے لگیں۔
وہ عجیب الم غلم سا بن چکا تھا۔

چچی نے دونوں کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔

سامنے صحن میں وہ بے جان وجود پڑا تھا جس کے سینے سے ابلتا خون تالاب کی صورت جمع ہو چکا تھا۔
تبھی مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی تھی۔ وہ سحر ٹوٹ گیا تھا۔

زین جانتا تھا ان سے تکرار بیکار ہے۔ وہ کسی طور رات رکنے کے لئے ماننے والی نہیں تھیں۔ ادھر عصر کا وقت ہوا اور
وہ نماز پڑھ کر جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔

"بس میرا پتر اتنا کافی ہے۔ جیتا رہ، آباد رہ۔"

اس نے پھر دوبارہ ان سے رکنے کا کہا بھی نہیں تھا۔ چپکے سے انکی خواہش کے احترام میں، انہیں اڈے چھوڑ آنے کو
تیار ہو گیا۔

اس رات جب وہ سونے کے لئے لیٹ گیا تھا، زیب النساء دروازے کی جھری سے اندر آتی روشنی کو گھورتی رہی تھی۔
"تمہیں پتہ ہے مہر النساء کیوں آئی تھی؟"

زین خاموش رہا تھا۔

"تم جانتے ہو زین۔ تمہیں پتہ ہے"

نہین النساء نرید ذوالفقار

"مجھے نیند آرہی ہے۔ صبح جلدی اٹھنا ہے۔"

زیب النساء کچھ دیر خاموش رہی تھی۔

"وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے زین"

زین نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کچھ تو کہو۔ کچھ تو بولو"

اس نے اسکی طرف کروٹ بدلی تھی۔ اندھیرے میں بھی وہ اسے خود کو دیکھتا دیکھ سکتی تھی۔ اسکی طرف کروٹ

لئیے، سر کے نیچے ہاتھ رکھے، خاموش

"اس سے کوئی فرق پڑتا ہے زیب؟ اسکا کوئی مطلب ہے؟؟؟"

وہ چپ رہ گئی۔

"جس دیس جانا مقصود نہیں ہو وہاں کے کوس نہیں گئے جاتے ہیں زیب"

"سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں

سوا سکے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں"

READERS CHOICE

نہین النساء خرید ذوالفقار

یونیورسٹی میں کوئی فنکشن تھا۔ سمیٹر ختم ہو رہا تھا، نئے سمیٹر کے شروع ہونے سے پہلے، ریٹن امتحانات کے بعد وہ گیٹ ٹو گیدر رکھی گئی تھی۔ پہلی بار جب زین نے اسے ساتھ چلنے کو کہا تھا تو اس نے صاف منع کر دیا تھا۔ "میرا کیا کام ہے۔ تمہارے کلاس میٹس ہیں، اتنا پرائیویٹ سافٹیشن میں بہت اچھی لگوں گی۔ ہر گز نہیں جاؤں گی میں تم جاؤ"

"ٹھیک ہے ناجائیں۔ پھر میں بھی نہیں جاؤں گا۔"

"زین یہ کیا بچپنا ہے"

"بچپنا ہی سہی۔۔۔"

"سنا ہے ربط ہے اسکو خراب حالوں سے

سواپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہیں"

ایک زمانے میں اسے شوق چڑھا تھا ساڑھی بنوانے کا۔ ابا کی خیر تھی، مان بھی جاتے پرداداجی نے حویلی میں اسکا مقبرہ

بنوا دیتے۔ جہیز میں امی کی منتیں کرنے کے بعد بھی ساڑھی نہیں بنائی گئی تھی۔ وہ احمر نے بنوا کر دی تھی۔ اسکی پسند

کی، ہو بہو جیسی وہ دیکھ کر پہننے کو مچل گئی تھی۔ زین نے جب اسکے کپڑوں میں سے اسے پہننے کا مشورہ دیا تو اس نے

ایک بار پھر شدت سے منع کر دیا تھا۔

"کوئی بات ہے کرنے کی۔ میں کبھی بھی ناپہنوں۔ ساری یونیورسٹی میں میرا مذاق بن جائے گا۔ بالکل بھی

نہیں۔۔۔۔"

نہن النساء خرید ذو الفقار

"سنا ہے اسکے بدن کی تراش ایسی ہے

کہ پھول اپنی قبائیں کتر کے دیکھتے ہیں"

سیاہ ساڑھی میں ملبوس وہ گاؤں کی لڑکی اس محفل میں جانے کے لئے تیار ہوئی تو بتاؤں وہ اعتماد کہاں سے آیا؟ جب اسکے مرد نے اسے اعتماد سے دیکھ کر کہا آپ کر سکتی ہیں۔ وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اب سوچا کہ اس محفل میں اسے لے جانا ٹھیک ہوگا؟ اگر جو وہاں دیکھنے والوں نے اسے دیکھ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، اگر جو ہوش والے ہوش کھو بیٹھے، اگر جو کسی بد نظریے کی آہ نے اسکا پیچھا کیا تو قصور کس کا ہوگا؟؟؟؟؟

"سنا ہے اسکی سیاہ چشمگی قیامت ہے

سو سرمہ فروش اسے آہ بھر کے دیکھتے ہیں"

"تم تو بڑے چھپے رستم نکلے۔ اتنی خوبصورت بیوی، ماشاء اللہ۔"

وہ اس سے زیادہ خوبصورت اور پر اعتماد لڑکیوں کو نظر بھر کر نہیں دیکھتا تھا تو کیوں۔۔۔ وہ جب ان سے اسکی تعریف سنتا تھا تو خوش ہوتا تھا، کیوں۔۔۔ وہ جب اسکے ساتھ چلتا تھا تو گردن تنی رہتی تھی، کیوں۔۔۔ وہ جب اس سے بات کرتا تھا تو کرتا ہی جاتا تھا، کیوں۔۔۔ اسے دیکھتا تھا تو دیکھتا ہی جاتا تھا، کیوں۔۔۔

پاگل تھی، ہر کیوں کا جواب جانتی تھی پھر بھی حیرانی سے سوچتی تھی۔ پاگل تھی۔

"سنا ہے دن کو اسے تتلیاں ستاتی ہیں

سنا ہے رات کو جگنو ٹھہر کے دیکھتے ہیں"

نہن النساء خرید ذوالفقار

یونیورسٹی کے لان میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے جب کاسنی گلاب دیکھ کر وہ مچل گئی تھی۔
"مجھے چاہیے"

"پاگل ہیں۔ دو ہزار روپے فائن ہے پھول توڑنے پر"

اس نے برا سامنہ بنایا

"اتنے ڈرپوک کب سے ہو گئے ہو۔ چپکے سے توڑ دو ناں، کون دیکھ رہا ہے جو فائن کرے گا"

"میں نہیں کرتا ایسے کام۔ پتہ ہے چوری ہے یہ۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے"

وہ ناراض سی منہ دوسری اور کر کے بیٹھ گئی۔

"مجھ سے تو یہ تتلیاں اچھی ہیں۔ انکی دسترس میں یہ سارے پھول ہیں۔ کسی فائن کسی کنجوس مکھی چوس کی منتیں

نہیں کرنی پڑتیں انہیں پھولوں کے لئے۔۔۔۔"

"سنا ہے باتوں سے پھول جھڑتے ہیں

یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں"

وہ جب یونیورسٹی سے لوٹ رہے تھے تو وہ کاسنی پھول اسکے بالوں میں لگا ہوا تھا۔ شام ڈھل چکی تھی، رات طلوع ہو

چکی تھی۔ گھر جانے کی مرضی تو دونوں میں سے کسی کی بھی نہیں تھی۔ جی چاہتا تھا کوئی آسمان میں رات کھود کر راستہ

بنائے کہ چاند تک پہنچا جاسکے۔ وہاں بیٹھ کر وہ تاروں کی ضد کرے اور انہیں اسکی مانگ میں سجانے کا سامان کیا

نہن النساء نرید ذوالفقار

جائے۔ اسکے پیچھے بانیک پہ بیٹھی، آسودگی سے آنکھیں موندے، اس خاموش سڑک پہ وہ اسی سفر پہ تو تھی جسکی منزل اسکے دل پہ لکھی تھی۔

"سنا ہے رات اسے چاند تکتا رہتا ہے

ستارے بام فلک سے اتر کر دیکھتے ہیں"

برآمدے کی سیڑھی پہ بیٹھ کر وہ گھنٹوں باتیں کرتے تھے۔ جیسے آج، بوگن ویلیا کی شاخوں کو دیکھتے وہ اسے چاند ستاروں کی باتیں سنارہا تھا۔

"اور یاد ہے آپکو جب ہم سب سے چھپ کر صبح ہی صبح ٹیوب ویل پہ پہنچ جاتے تھے۔ وہاں آم کے باغ میں، درختوں کے نیچے کیریاں چنتے تھے۔"

اسکے بالوں میں اٹکے گلاب سے بھینی بھینی مہک اٹھتی، ہر شے پہ جادو کر رہی تھی۔

"کہانیاں ہی سہی سب مبالغے ہی سہی

اگر وہ خواب ہے تعبیر کر کے دیکھتے ہیں"

رات خاموش تھی۔ کمرے میں مجلگی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس پلنگ پہ وہ دونوں نفوس، ایک دو بجے کی طرف کروٹ کیئے، سر کے نیچے ہاتھ رکھے، جانے کیا کیا سوچتے تھے۔

تبھی اس نے باہر مسجد کے سپیکر میں کسی کو نعت پڑھتے سنا تھا۔ زین کامو بائل وائبریٹ ہوا تھا۔ اس نے دیکھا، سکرین پہ وہ پیغام جگمگا رہا تھا۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

"رمضان مبارک"

"تراویح تو پڑھی نہیں، کم از کم اب اٹھ کر چار نفل ہی پڑھ لو"

زیب النساء نے اسکا لحاف کھینچا تھا۔ وہ منہ تکیے میں دیکر، کسمسا کر رہ گیا۔

"اٹھ جاؤ۔ بمشکل آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے۔"

وہ جلدی جلدی بھاپ اڑاتے پراٹھے اور دیگر لوازمات برآمدے میں رکھے تخت پہ رکھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ اسے جگانے کا فرض بھی جاری تھا۔

اسے یاد تھا وہ سحری میں رات کا سالن کھانے سے چڑتا تھا۔ اسکے لئیے آملیٹ بنایا اور پھر چائے چولہے پہ رکھ، آنچ مدھم کر کے باہر آئی تو وہ دسترخوان پہ بیٹھ چکا تھا۔

"ابھی بھی چڑی روزے رکھتے ہو؟؟؟"

مسکراہٹ دبائے اس نے شرارت سے پوچھا تھا۔ جواباً زین نے برا سامنہ بنا کر اسے دیکھا۔

"بڑے جوش سے سحری میں اٹھتے تھے۔ امی امی میں بھی روزہ رکھوں گا۔ ادھر دس بجتے تھے، ادھر تمہارے بارہ بج جاتے تھے"

READERS CHOICE

یہی رواج ہے، جو سحری میں جتنی جلدی جاگا، وہ اتنا ہی تروتازہ پایا گیا۔ جو سحر سے دس منٹ پہلے جاگے گا، لطیفہ ہی کہلوائے گا۔

زین النساء فرید ذوالفقار

"سحری کریں چپ کر کے"

زیب النساء کھلکھلائی تھی۔

"سچ بتانا، چوری چھپے پانی تو نہیں بیانادن میں"

وہ افطار کے لئے پھلوں کی چاٹ بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔ سب کے قتلے رکابی میں ڈالتے اس نے شرارت سے اسے دیکھا۔

"ایویں بلاوجہ، بناثبوت کسی پہ بہتان باندھنے کی پتہ ہے کتنی سخت وعید ہے"

"اوہ"

اس نے ہونٹ سکڑے

"لگتا ہے عصر کے بعد قاری صاحب کا درس سن کر آئے ہو۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ تبھی اتنا نور ٹپک رہا ہے"

آج اسکا وائیو تھا تو سحری کے بعد سویا نہیں تھا۔ نماز کے بعد باہر برآمدے میں بیٹھا پڑھتا رہا تھا۔ زیب النساء نیند میں

تھی جب اس نے آہستگی سے جگایا

"زیب۔ میں جارہا ہوں دروازہ لگالیں"

READERS CHOICE

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ اٹھ بیٹھی۔ اب وہ سامنے دیوار پہ لگے آئینے کے سامنے کھڑا ایک بار پھر سے بالوں میں برش کر رہا تھا۔ ڈارک بلو چیک والی پینٹ، اوپر ہلکی آسمانی شرٹ اور پینٹ سے ہم رنگ کوٹ۔ اس نے دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھنی شروع کی تھی۔ آج کے دن اسے نظر نہیں لگنی چاہیے تھی۔ اسکی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے زین نے گردن موڑی اور بھنویں اچکا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ زیب نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ شرارت سے مسکرایا اور واپس آئینے میں دیکھنے لگا

"اک لڑکی تھی دیوانی سی

اک لڑکے پہ وہ مرتی تھی

چوری چوری چپکے چپکے

چٹھیاں لکھا کرتی تھی"

زیب النساء نظریں چرائی تھی۔ برش رکھ کر وہ مڑا اور اسے دیکھنے لگا

"کچھ کہنا تھا اسے شاید

جانے کس سے ڈرتی تھی"

"بس بھی کرو"

وہ جلدی سے بولی۔

"اتنے تم شاہ رخ خان رہتے نہیں کہیں"

نہن النساء خرید ذوالفقار

وہ ہنس پڑا اور اسکے پلنگ کے پاس آرکا

"اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر ایمان کی کئیے گا، ہوں ناں میں شاہ رخ خان؟؟؟؟"

"اچھا ہو پھر؟؟؟؟؟"

وہ پلکیں پٹپٹاتی پوچھنے لگی۔ وہ پھر سے ہنسا

"تو پھر۔۔۔۔ آنکھیں کھلی ہوں یا ہوں بند،

دیدار انکا ہوتا ہے۔۔۔"

"السلامین۔۔۔۔"

وہ بھی ہنس پڑی تھی۔

"کس قدر چپ ہو۔ شرم کرو۔ روزہ رکھ کر گانے گارہے ہو۔ پیپیر ہے اللہ کا نام لو"

اس نے جواباً شاہ رخ خان کے طریقے سے بانہیں واکی تھیں۔ وہ جھینپ گئی تو ہولے سے سر کو خم دیکر کورنش بجالایا تھا۔

"چلو بس بہت ہوا۔ نکلوا امتحان دیکر آؤ"

READERS CHOICE

نہن النساء نرید ذوالفقار

دادی اور دادا سحری چچی کے ہاں کیا کرتے تھے۔ جب سے زین بیوی کے ساتھ شہر چلا گیا تھا، دادی زیادہ وقت انکے پورشن میں ہی گزارنے لگی تھیں۔

"مجھے تجھ پہ بڑا ترس آتا ہے"

وہ برتن سمیٹ کر وضو کرنے جانے کو تھیں جب جائے نماز پہ بیٹھی دادی نے ان سے کہا تھا۔ وہ ٹھٹھک کر رک گئیں۔

"اس حویلی والوں نے سب کچھ چھین لیا تیرے سے، کیا دیا تجھے؟ پھر بھی تو نے اپنی عمر گلا دی حویلی اور حویلی والوں کے لئے۔ بڑا ترس آتا ہے مجھے تیرے پہ"

مشرق میں پو پھوٹ چکی تھی۔ آسمان کا رنگ سرمئی پڑنے لگا تھا۔

"میری بھی کیا قسمت ہے۔ ہائے ربا سونیا، تین پتر دیئے پر کیسے مقدر، ٹھنڈے۔ ایک دشمن کے ہتھے چڑھ گیا،

دوسرے کو اپنے نے ہی مار دیا۔ اگر جو تیرے کلیجے میں بھی دل کی تھاں پتھر ہوتا تو وہ بھی سولی چڑھ گیا ہوتا۔۔۔۔"

"کیا باتیں لیکر بیٹھ گئی ہو اماں"

وہ گہرا سانس بھر رہ گئیں۔

"بڑا ظرف ہے تیرا۔ بڑا احسان ہے تیرا۔ بڑا۔۔۔۔"

زین النساء خرید ذوالفقار

زین کے پیپر زخم ہو چکے تھے۔ انکارادہ عید گاؤں میں ہی کرنے کا تھا۔ اس دن افطاری کے بعد زین نے اسے بازار چلنے کا کہا تھا۔

"چلیں عید کے لئے شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔ امی کے لئے بھی مجھے کپڑے لینے ہیں۔۔۔"

بس ایسے ہی منصوبہ بن گیا تھا۔ سحری کے لئے آٹا گوندھ کر رکھ دیا تھا، سالن تیار تھا۔ افطار کے برتنوں کو بھی زین نے یونہی چھوڑ دینے کے لئے کہا۔

"چلیں پھر دیر ہو جائے گی۔ یہ بعد میں دھولیں گے"

"بازار سے تھک کر آ کے میں ہر گز باورچی خانے میں نہیں گھسوں گی"

"میں دھودوں گا۔ اور کچھ؟؟؟؟"

بازاروں میں چہل پہلی عروج پہ تھی۔ دوسرا عشرہ ختم ہونے کو تھا تو عید کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ گہما گہمی، خریداری کے لئے آئے خاندان، بچیاں بچے ماؤں کی انگلیاں پکڑے، باپ کے ساتھ موٹر سائیکلوں پہ سوار۔ "چوڑیاں"

گاؤں میں چوڑیاں چڑھانے عورتیں آیا کرتی تھیں۔ زیب النساء شوق سے دونوں ہاتھ کلائیوں تک بھرواتی تھی۔ زین کو یاد تھا، تبھی چوڑیوں کی دوکان کے پاس رک گیا۔ زیب النساء کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

"میں بس دوسیٹ نہیں لوں گی۔ ایک درجن سے کچھ ہوتا ہے بھلا"

وہ بھی حد کرتی تھی۔ وہ چاہتی تو ساری دنیا لے لیتی، دو چوڑیوں پہ اسے خبردار کر رہی تھی۔

نرمين النساء نريد ذو الفقار

رنگ ہی رنگ تھے۔ جامنی نیلی لال سبز۔ زین نے وہ سیٹ اٹھایا جو سنہری چوڑیوں کا تھا۔ لال کی جھلک دکھاتا سنہری پارہ۔ اسکی آنکھوں میں پسندیدگی اتر آئی تھی۔ ہولے سے اسے دیکھ، اشارے سے اجازت چاہی تھی۔ زیب النساء نے کلانی آگے کر دی تھی۔ وہ چوڑیاں گویا اس کلانی کے لیے ہی بنائی گئی تھیں۔ کھن کھن کرتے کانچ سے وہ کلانی سج گئی تھی۔

"ہاں، آپکی کلائی میں پہنی گئی ہیں تو اب چوڑیاں اچھی لگ رہی ہیں"

اس نے ہولے سے کہا تھا۔

صبح سحری میں پراٹھا بناتے بناتے وہ ہاتھ جلا بیٹھی تھی۔ تب تو اسے نہیں بتایا پر جب وہ برتن دھونے کھڑی ہوئی تو سسکاری نکل گئی۔ زین پانی کو بوتلیں فریج میں رکھ رہا تھا، جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ داہنے ہاتھ پہ دور تک آبلے پڑ چکے تھے۔

"یہ کیا ہوا ہے"

اب اسے بتانا ہی پڑا تھا۔ وہ بہت دیر تک خفا ہوتا رہا تھا۔

"ہاں میں ظالم ہوں ناں، انسان ہوں ہی نہیں جو کسی کی پرواہ نہیں ہے۔۔۔ اللہ ذیہ وقت پہ کریم لگائیں تو یہ درد اتنا تو نہیں بڑھتا۔۔ کیوں کرتی ہیں ایسے۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

پہلے اسکے آبلوں میں احتیاط سے زائلو کین جیل لگائی، پھر اسے ہٹا تا خود واش بمین کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو سختی سے چپ کر دیا۔

"من مانیاں مت کیا کریں۔ دوسروں سے اپنے درد بانٹنا سیکھیں۔ انسان ہی بستے ہیں یہاں سارے"

دن چڑھے جب اس نے صحن میں جھاڑو دینے کا سوچا تو بھی روک دیا۔

"ایسا کون سا وزیر اعظم کا گھر ہے یہ جو روز روز صفائی ہونا ضروری ہے، ایک دن آپ صحن نہیں چمکائیں گی تو قیامت نہیں آجائے گی۔ میں کہتا ہوں سکون کریں، آرام سے بیٹھی رہیں۔ خبردار جو کم از کم آج کے دن کسی کام کو ہاتھ لگانے کا سوچا"

"پاگل"

وہ ہنس پڑی۔ وہ اور چڑ گیا۔

"منہ ہاتھ بھی نادھوؤں؟ بستر سے بھی نہیں اتروں؟؟؟ یہ دیکھو میرے بال، کیسے الجھے بکھرے، ایسے تو تم کہو گے کنگھا بھی ناکروں"

اس نے کچھ دیر تک اسے دیکھا، پھر برش اٹھا کر اسکی طرف آیا۔

READERS CHOICE

"جو میں کر سکتا ہوں، وہ تو کر ہی دوں گا"

کچھ دیر بعد وہ پلنگ کے کنارے پہ بیٹھی تھی۔ وہ اسکی پشت پہ کھڑا، احتیاط سے اسکے بالوں میں برش کر رہا تھا۔ بال سلجھانے کے بعد، برش رکھ دیا تھا۔

نہن النساء خرید ذوالفقار

"چوٹیا؟؟؟؟؟"

"آتی ہے؟؟؟؟؟؟؟"

"نہیں۔ پر سیکھ سکتا ہوں۔ ویسے ہی جیسے برتن دھونا سیکھ گیا ہوں، جھاڑو لگانا، اور کل صبح پر اٹھانا سیکھوں گا"

وہ سفر اُس سے قطعاً مختلف تھا جو شہر کی طرف تھا۔ حویلی تک جاتا راستہ وہی تھا، ہم سفر بھی وہی تھا پر سفر وہ نہیں تھا۔ اب کہ یہ ہوا تھا کہ وقت درمیان میں آگیا تھا۔ وقت کے ہاتھ میں کھیل آجائے تو وہ اسے اپنے طریقے سے کھیلتا ہے۔ پھر وہ بڑے سے بڑے زخم پہ ایسی کھڑنڈ جمتا ہے کہ یاد ہی نہیں رہتا کہ کبھی اس میں تکلیف بھی تھی۔ یہ اسکی سب سے خطرناک خوبی ہے۔

کسی کو گالی دو پھر وقت دو۔ کسی پہ ہاتھ اٹھاؤ اور پھر کچھ وقت دو۔ کسی کے سامنے فرعون بنو اور پھر سب وقت کے ہاتھ سونپ دو۔ پھر اسکے بھونڈے کھیل دیکھو۔

اب کہ زین نے آلونگی والے کو دیکھا تو جی چاہا خرید اجائے۔ روزہ ناہوتا تو یہ کر بھی لیتی۔ ناریل کی گری البتہ ضرور خریدی اور اپنے پوٹلی بنا کر بیگ میں رکھ لی۔ کھڑکی سے باہر مناظر کو انگلی سے اشارہ کر کر زین کو دکھاتی رہی اور ہنسی مذاق کرتی رہی۔

یہاں تک کہ گاؤں آگیا۔

یہاں تک کہ حویلی آگئی۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

وقت نے چاہے کھڑنڈ جمایا تھا، نظر کو چاہے دھندلا کر دیا تھا، پر وہ سب جو ہوا تھا، ہوا تو تھا۔ جس نے سہا تھا، سہا تو تھا۔ وہ تکلیف اب ویسے یاد نہیں تھی، پر یاد تھی۔ اس حویلی کو دیکھتے ہی یاد آگئی تھی۔ اور حویلی کے کھلے دروازے سے، زین کا ہاتھ پکڑے جب وہ اندر داخل ہوئی تھی، پہلا انسان بھی وہی دکھائی دیا تھا۔ وہی جو اسے لگتا تھا کل دنیا ہے۔ زین نے رخ موڑ کر اپنے ہاتھ میں دبے اسکے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسے دیکھا تھا۔

"چھوڑ دوں؟؟؟؟"

اس رات وہ کمرہ کسی آہٹ کے لیے سسکتا رہا تھا۔ شاید اس فضا کے مقدر میں خاموشی ہی لکھی تھی۔ اسکے لیے محبت کی کوئی میٹھی بات، ہنسی کا کوئی گلابی لطیفہ نہیں تھا۔ اس نے بس خاموشی سے دھڑکنوں کو سننا تھا۔

پلنگ پہ لیٹے وہ دونوں جواتنے عرصے میں رخ موڑ کر ایک دوجے کو دیکھنے لگے تھے، پھر سے پلنگ کے دو کناروں پہ جا آباد ہوئے تھے۔ خاموشی سے اندھیروں میں وہ کھوجتے جو جانے کب انکے ہاتھوں سے نکل گیا تھا، جو جانے کیا تھا جو کھودیا تھا۔

وہ رات ویسے ہی خاموشی سے حویلی پہ نمودار ہوئی تھی۔ چھت پہ منڈیر سے لگا احمر، جانے کتنی ہی سگریٹوں کا دھواں پھیپھڑوں میں بھر چکا تھا۔ اگر وہ عادی نہیں تھا، یونہی کبھی کبھار دھواں اڑا لیتا پر اب کی رات شدید تھی۔ غم غلط ہی نہیں ہوتا تھا۔

نرین النساء خرید ذوالفقار

آسمان پہ جھلملاتے نور کے ذرے خاموش تھے۔ دور کھیتوں میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ گاؤں کے بس باسی تو کب کے نیند کی آغوش میں جا چکے تھے۔ ہر طرف سناٹا تھا، ہو کا عالم تھا۔
ویسی ہی خاموشی، ویسا ہی اندھیرا تائی امی کے کمرے میں تھا۔ اس رات انکی بوڑھی آنکھوں سے بھی نیند روٹھ گئی تھی۔ ماضی بھوت بنا، مستقبل ڈراؤنا روپ دھارے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔
اب کیا ہوگا، وہ جو اتنی مشکل سے اپنے پتر کو تھوڑا تھوڑا کر کے سمیٹ کر یہاں تک لائی تھیں، وہ بکھر جائے گا تو پھر کیا ہوگا۔

احمر نے تہہ کیا ہوا وہ رقعہ حیرانی سے کھولا تھا۔
"مجھے ڈبودیں یا پھر پار لگا دیں احمر"
وہ لکھائی ہو بہو اسکی محبوبہ کی تھی۔

"اس آنکھ مچولی کا کوئی تو انجام ہو۔ میں سامنے آرہی ہوں، آپکو بتا رہی ہوں کہ میں یہاں ہوں، مجھ تک پہنچ جائیں احمر۔ میں اب چھپے چھپے، آپکا انتظار کرتے کرتے تھک گئی ہوں"
وہ خاموش کھڑا رہ گیا

READERS CHOICE

نہین النساء خرید ذوالفقار

"وہ سرعام کہتا ہے، بار بار کہتا ہے، ہر روز کہتا ہے کہ وہ رشتہ نہیں نبھائے گا، وہ محبت نہیں کرے گا۔ وہ ذمہ داری کا طوق گلے میں ڈال کر پھرتا رہے گا تو اپنا اور ہم سب کا نقصان کرے گا۔ اسے، مجھے اور ہم سب کو آزاد کر دیں۔ اس سب کو آریا پار کر دیں"

اسکے دل نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے۔ یہ اسکی طرف سے ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ خط جسکی آخری سطر میں لکھا تھا۔
"آپکی زیب النساء"

زر اساد باؤ دینے پہ دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔

زین کسی دوست سے ملنے گیا ہوا تھا۔ چچی جان بھی پڑوس میں گئی ہوئی تھیں۔ زیب النساء کمرے میں تھی جب اس نے احمر کو اندر آتے دیکھا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

"احمر۔۔۔ آپ"

اسکے انداز میں حیرانی تھی۔ احمر کا خود کو یوں دیکھنا وہ سمجھ نہیں پار ہی تھی۔

"کیوں؟ حیران کیوں ہو؟؟؟ تم نے ہی تو بلایا ہے"

"کیا مطلب؟؟؟"

"انجان مت بنو"

نہین النساء خرید ذو الفقار

وہ چلتا ہوا پلنگ تک چلا آیا تھا۔ زیب النساء سمٹتے سمٹتے ایک کونے تک پہنچ گئی تھی۔

"تمہیں پتہ تھاناں میں آؤں گا، تم نے تبھی بلایاناں مجھے؟؟؟؟؟"

"مم۔۔۔ میں نے نہیں بلایا"

"جھوٹ مت بولنا"

وہ قدرے تیز آواز میں بولا تھا۔

"اب جھوٹ مت بولنا۔ جودل میں ہے کہہ ڈالو۔ مجھے ڈبودو یا خود ڈوب جاؤ۔ لو میں اس سب کو آر پار لگانے آیا

ہوں۔ زیب النساء، آنکھ مچولی بہت ہوئی، اب پکارو مجھے، میں تمہیں ڈھونڈنے ہی تو آیا ہوں"

وہ اسکے لہجے سے ڈر گئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں ابلتے قہر سے خوف کھا گئی تھی۔ شدت سے نفی میں سر ہلاتی، وہ کانپ کر رہ گئی۔

"میں نے نہیں۔۔۔ نہیں بلایا۔۔۔"

احمر نے مٹھی میں دبا وہ رقعہ اسکی طرف اچھال دیا تھا۔ زیب النساء نے بے یقینی سے وہ ہلکا گلابی صفحہ دیکھا۔

"یہ تو میری ڈائری۔۔۔۔۔"

تبھی کسی نے بیرونی دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔

READERS CHOICE

نہین النساء خرید ذوالفقار

"کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی اور سے محبت بد کردار عورتیں کرتی ہیں"

چچی نے ٹھنڈے بخ لہجے میں اسے دیکھا تھا۔ ابا نے تڑپ کر سر اٹھایا اور بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ وہ اب انکی بیٹی سے نظر ہٹا کر انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اتنے سارے لوگوں میں بس ایک میں تھی زیب النساء جو تیرے ساتھ کھڑی تھی، جو تیرے لئے سب سے لڑی تھی، میرا۔۔۔ میرا بھی خیال نہیں آیا تجھے؟؟؟؟"

وہ رو کر بے حال تھی۔ چچی کی بات سنی تو انکے پیروں میں بیٹھ گئی تھی۔

"نہیں چچی، اس کی قسم ہے، نبی رسول ص کی قسم ہے، میں نے انہیں نہیں بلایا، میں نے انہیں بلایا۔۔۔"

وہ صفحہ ایک ایک بندے نے پڑھا تھا۔ ہر اس بندے نے دیکھا وہ زیب النساء کی ڈائری سے پھاڑا گیا تھا۔ وہاں ڈائری پہ نشان تھے، اس خط پہ نشان تھے۔

"تو نے تب بھی جھوٹ بولا، تو نے آج بھی۔۔۔۔۔"

"نہیں چچی، میں نے کچھ نہیں۔۔۔۔۔"

"میاں جی"

وہ زور سے دھاڑی تھیں اور نفرت سے احمر کی طرف دیکھا تھا۔

"اسے بھی نکالیں، اُس لے پالک کی طرح اس سگے کو بھی ٹھڈے مار کر نکالیں۔ کوئی بلائے بھابھی کو، انہیں بتائیں

انکے دونوں بیٹے بد کردار نکلے۔۔۔۔۔"

نہین النساء خرید ذوالفقار

وہ تو پتھر کی مورت بنا، بے یقین ساسر جھکائے برآمدے کی چارپائی پہ بیٹھا تھا۔ تائی امی آئیں اور اسے تھپڑوں سے مار مار کر بے حال ہو گئیں۔ وہ تو برف کا سا ہو چکا، پتھر کی طرح اپنی جگہ پہ جما، ویسے ہی سر جھکائے بیٹھا رہ گیا۔ وہ ہی مار مار کر تھک گئیں اور فرش پہ بیٹھتی چلی گئیں۔ وہ ماں کو سنبھالنے اٹھانا ہی انکے آنسو صاف کروانے۔

تب بھی نہیں جب دادا جی اندر آئے۔ زیب النساء کی چیخوں پہ بھی نہیں، اسکے رونے بیٹنے، واویلا کرنے، اپنے سچا ہونے کی بار بار گواہی دینے پہ بھی نہیں۔ وہ جیسے ہمیشہ کے لئے ایک بھیانک موت مر چکا تھا۔

"رشتوں کے سارے منظر چپ چاپ دیکھتا ہوں

ہاتھوں میں سب کے خنجر چپ چاپ دیکھتا ہوں"

وہ حویلی سے نکل آئی تھی۔ کسی نے روکنا ہی وہ رکی۔ صحن سے کھلے دروازے تک، اپنی عزت نفس، وقار، عزت کو روندتی ہوئی، سارے جہان کی کالک چہرے پہ ملتی وہ نکل آئی۔ جانے کہاں کو، وہاں کو کہ وہ ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈی تھی جس کے دونوں اطراف گندم کے سنہرے پڑتے سبز پودے کھڑے تھے۔ ننگے پیر، ڈوپٹے سے بے نیاز، بکھرے بال، پھٹا ہونٹ، چہرے پہ نیل اور زخموں سے بہتا خون۔

READERS CHOICE

"جس میں پلا ہے میرے جیون کا لمحہ لمحہ

اجڑا ہوا سا وہ گھر چپ چاپ دیکھتا ہوں"

نہین النساء خرید ذوالفقار

روتے روتے اسکی آنکھیں دکھنے لگی تھیں۔ اتنی بے تحاشا بے بسی اور کرب سے دل پھٹنے کو تیار تھا۔ ہچکی بندھ چکی تھی اور سانس حلق میں اٹکنے لگی تھی۔ چلتے چلتے پاؤں تھکنے لگے تھے لیکن وہ چلتی رہی تھی۔ چاہت تھی کہ یو نہی زندگی کی آخری سرحد پار کر جائے، وہاں چلی جائے جہاں بھلے جہنم ہی دہک رہی ہو، پر اس زندگی کی قید سے رہائی مل جائے۔

"وہ رہزور کبھی جو منزل کی ابتداء تھی

اسکو میں اب پلٹ کر چپ چاپ دیکھتا ہوں"

چلتے چلتے وہ وہاں پہنچ گئی تھی۔

وہ پیڑ تھا جو اس راستے کے کنارے آباد تھا۔ جسکے ساتھ پانی کا نالہ بہہ رہا تھا۔ وہاں جہاں گیڈنڈی کو سبز بوٹی نے ڈھانپ رکھا تھا جس پہ نیلے پھول کھلتے تھے۔ وہاں جہاں شروعات ہوئی تھی۔ وہاں جہاں درخت کے تنے پہ وہ نام کندہ تھا۔

"زیب النساء"

اس نے بھیگی نظروں سے بہت دیر تک اس نام کو گھورا تھا۔ وہ نام اس سارے فساد کی جڑ تھا۔ اس نام سے ہی تو ساری شورش تھی۔ اس نے جنونیوں کی طرح ناخنوں سے چھال کو کھرچنا شروع کیا تھا۔ وہ اس نام کو مٹا دیتی تو ساری دنیا میں سکون ہو جاتا۔

"دھرتا ہے کتنے تہمت مجھ پہ وجود میرا

زین النساء فرید ذوالفقار

جب بھی میں دل کے اندر چپ چاپ دیکھتا ہوں "

بلک بلک کر روتے ہوئے وہ درخت کی کھال نوچ دینا چاہتی تھی۔ اسکے ناخن ٹوٹنے لگے، انگلیاں زخمی ہو گئیں، پر وہ رکی نہیں تھی۔ مغرب کی اور سفر کرتا سورج اسکے ساتھ ساتھ ہچکیاں لیتا، سنہری آنسو بہاتا تھا۔

"زیب النساء"

وہ نام مٹ جاتا تو کیا ہو جاتا۔ وہ مٹا جاتی تو سکون ہو جاتا۔

"زیب۔۔۔۔۔"

وہ پکار سنائی دی تھی۔ اسکے ہاتھ تھم سے گئے تھے۔ ہولے سے گردن موڑ کر اس نے بھیگی نظروں سے دیکھا تھا۔ زین کھڑا تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ زیب النساء نے تھک کر درخت کے تنے سے سر ٹکا دیا تھا۔

تہجد کی اذانیں ہو رہی تھیں۔

خاموش فضا میں خدا کے نام کی صدا میں سکون بھرنے لگی تھیں۔ اس کمرے میں بکھرے اندھیرے نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ فرش پہ بچھی جائے نماز پہ زیب النساء بیٹھی تھی۔ ہاتھ دعا کے لیے بلند تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھی۔ دبی دبی سسکیوں کے بیچ سرگوشیاں پہنایاں تھیں۔

"یا میرے خدا اب تو آزمائش ختم ہو۔ میرے اللہ اب تو یہ قیامت ڈھل جائے۔ اب تو وجود تھک کر چور ہے، اب تو راحت کی چھاؤں ہو۔ میرے مالک، اب تو امتحان کا انجام ہو، اب تو سچائی کا کوئی ثبوت ہو۔۔۔۔۔"

نہین النساء خرید ذوالفقار

اسکے ضبط کے باندھ ٹوٹ چکے تھے۔

"جب تیرے رسول ص کی زوجہ، اماں عائشہ صدیقہ رض پہ تہمت لگائی گئی تو تو نے انکی پاکدامنی کے ثبوت میں قرآن بھیج دیا تھا۔ مالک میں اسی رسول ص کی امتی ہوں، میری پاک دامنی کے ثبوت کا بھی سامان کر دے۔۔۔۔۔" وہ صبح سحری کے بعد سے ہی بہت خاموش سی تھی۔ سورج ابھی نمودار نہیں ہوا تھا مگر ستارے رخصت باندھ چکے تھے۔ بڑے صحن میں ہوا سوکھے پتے دور تک اڑائے پھر رہی تھی۔ جب بڑے دروازے پہ دستک ہوئی۔ وہ نامانوس سی جانی پہچانی آواز۔

زیب النساء نے برآمدے سے دیکھا۔ وہ چلتا ہوا اسکی طرف ہی آ رہا تھا۔ اسکے وجود میں کپکپی دوڑ گئی۔

"ب۔۔۔۔۔ بلال"

وہ اسکے پیروں میں گر کر رو پڑا تھا۔

"کسی کی منکوحہ ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے محبت کرنے والی عورتوں بد کردار ہوتی ہیں"

یہ بات انہیں بہت زیادہ چبھتی تھی۔ وہ جب سے انہیں یہ کہا گیا تھا، دل پہ نقش ہو گیا تھا۔ جی سواہ ہوا رہتا اور بس یہی لگن رہتی کہ کیونکر یہ بات کہنے والے کے منہ پہ مارا اسکا چہرہ کالا سا کر دیں۔ حالانکہ وہ اسے پہلے ہی تباہ کر چکی تھیں۔

فاخرہ واصف سے محبت کرتی تھیں۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

بڑا جنون تھا اس محبت میں۔ وہ جیسے راکھ میں چھپے کوئلوں کی جیسی تھی کہ دیکھو تو لگے ٹھنڈی ہے پر تاپ ایسا کہ دوسروں کو جلادے۔ اس محبت میں وہ خود تو کوئلہ بنی دکھتی تھی، چاہتی تھی وہ بھی اسکی تاپ میں پتتا رہے۔ وہ جواباً محبت کرتا تھا کہ نہیں، اسکا پتہ نہیں تھا، پر یہ تھا کہ اسکی شادی واصف سے ضرور ہو جانی تھی اگر جو وہ سیا پانا پڑ جاتا۔۔۔۔۔ اگر وہ نجس بیچ میں نا آ جاتی۔

دشمنی کوئی اتنی لمبی چوڑی نہیں تھی۔ پہلے تو آصف ہوری اسے جانتے بھی نہیں تھے۔ اسکے گاؤں میں کوئی کرکٹ کا بیچ کھیلنے گئے تھے۔ بس ایسے ہی کسی چوکے چھلکے کارولا بنا اور گالم گلوچ سے ہوتی ہوئی بات مار پیٹ تک جا پہنچی۔ "شاہد نے آصف بھائی کو۔۔۔۔۔ آصف بھائی کو گولی مار دی۔۔۔۔۔"

کھیل کھیل میں پستول پتہ نہیں کہاں سے آگئی تھی۔ جہاں سے بھی آگئی، ایک زندگی کھا گئی تھی۔ حویلی کے بڑے صحن میں، وہ لاش پہنچا دی گئی۔ فہمیدہ تائی ہوش کھو بیٹھیں۔ سمجھ نہیں آئی کہ وہ انہیں پہچانیں کیسے۔ سارا جسم لہو لہاں، خونم خون، وہ انکا شوہر کیسے ہو سکتا تھا۔

"ہائے میرا پتر۔۔۔۔۔ ہائے آصف۔۔۔۔۔ تہاڈا لکھ ناروے۔۔۔۔۔ ہائے میرا شیرجواں۔۔۔۔۔"

دادی کے بین انکے کان بہرے کر گیا۔ ہر طرف سننا اور بس وہ اس لاش کے پاس بیٹھی رہ گئیں۔ ہولے سے چھو کر دیکھا۔ دائیں کان کے پیچھے وہ مساس لاش کو انکا شوہر بتا گیا۔

نرمين النساء نريد ذو الفقار

پہلے پہل تو سب کی ایک ہی زبان تھی۔ انکے پتر کا قاتل بھی ویسے ہی دنیا سے رخصت کر کے قبر تک پہنچایا جائے۔
اس لعین کو بھی ویسے ہی خونم خون جہنم واصل کر دیا جائے۔ پرچہ کٹ گیا، جیل حوالات۔ کیس کی پیروی کرنے تائی
ماں جی کے ساتھ خود جاتی رہی تھیں۔

"سولی سے کم سزا یہ تو میں راضی نہیں ہوں گی میاں جی۔ جان کے بدلے جان"

صبح شام اٹھتے بیٹھتے انکی زبان پہ یہی بات ہوتی تھی۔ پہل پہل تو وہ ماں باپ بھی اسی پہ راضی تھے پر پھر وقت کے پٹ سیا پے بیچ میں آگئے۔ دل ہی تو تھا، پتھر تو نہیں تھا کہ کبھی ٹوٹا ہی نہیں۔ دھڑک بیٹھا، تڑپ بیٹھا جب ایک دن اس قاتل کی ماں روتی پیٹنی گھر پہنچ گئی۔

"آٹھ بہنیں ایک ہی بھائی۔ مجھے سولی چڑھا دو، میرا خصم، میری سیٹیاں لیکن۔۔۔ اللہ سائیں دا واسطہ اے۔۔۔"

ہائے پتر کی ماں۔

فہمیدہ نے چاہا اس عورت کو اسکی بیٹیوں سمیت چیر کر کتوں کے آگے ڈال دیا جائے، انکے ڈھانچے قبر کو ترسیں اور انکے مردے روڑیوں پہ سڑتے رہیں پر۔۔۔۔۔

شبانہ خون بہا کے طور حویلی میں بھیج دی گئی۔ ساتھ زینیں اور الساجانے کیا کیا۔ وہ سب کہ جو ملا کر بھی ان کے سہاگ کا ایک قطرہ خون کا بدل بھی نہیں تھا۔ وہ عورت اس رات اور اگلے دن ایسے چلائی، ایسے روئی کہ سارے پنڈ کے کلیجے پھٹنے کو تھے۔ آنکھیں لال ہوئی آنکھیں اور دل کے ٹوٹے۔ اسکے شوہر کی میت پہ کاروبار کر لیا گیا اور اسکا پتر ایک بار پھر یتیم ہو گیا۔

زین النساء خرید ذوالفقار

پھر سب جو کہتے تھے کہ فہمیدہ نے ساری زندگی شبانہ کو قبول نہیں کیا تو اپنے ایمان کی کہو وہ کیسے قبول کرتیں؟؟؟؟
پھر جب انکا پتر کہتا تھا کہ زیب النساء کو اس سے جدا کرنے والی وہ ہیں تو کیا واقعی میں بہتان باندھتا تھا؟؟؟؟

ایک کا سہاگ قتل ہوا، دوسری کی محبت کا۔ شبانہ ناہوتی تو وہ واصف کی منکوحہ ہوتیں۔ وہ تو رقیب بن کر حویلی میں آئی تھی۔ پہلے حویلی میں پہنچی، آہستہ آہستہ واصف کے دل میں۔ زیب النساء پیدا ہوئی۔ حویلی نے اسے ویسے ہی چوما لاڈ کیا جیسے احمر کو۔ فہمیدہ کے دل کے گھاؤ بھرے کہ نہیں، پر جب میاں جی نے چھوٹے ہوتے احمر کے ہاتھ میں زیب النساء کا ہاتھ دیا تو وہ چپ رہیں۔ جانے احترام تھا کہ سچ میں وہ سہاگ معاف کر چکی تھیں۔
دوسری طرف دادی نے اپنی بہن کے گھر رشتہ کیا اور فاخرہ کو چھوٹے ناصف کے لئے بیاہ لائیں۔ ناصف کی شہر میں نوکری ہوئی تو بی بی کو لیکر شہر چلا گیا۔ زین پیدا ہوا۔
شبانہ فوت ہو گئی۔
تب وہ واقعہ ہوا۔

"اسکی نیت میں فتور تھا میاں جی۔ اسے پتہ تھا ناصف گھر پہ نہیں ہے تبھی یہ گھر چلا آیا۔ میں جیٹھ کے طور عزت دیتی رہی، اب کیا کہتی کہ گھر سے نکل جائے؟؟؟ اس نے جوابا کیا کیا۔۔۔ ہائے میاں جی۔۔۔ ہائے میرا پتر یتیم ہو گیا۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑا رہا۔ کوئی لفظ نہیں بولا، کوئی سچ جھوٹ نہیں۔ ایک ایک کی لعنت ملامت سنی، مار پیٹ سہی، گالم گلوچ ہوئی پر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ڈٹا رہا۔

"اس نے میرے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی۔ اس نے دست درازی کی۔ میرے کپڑے اور عزت دونوں تارتار کر دیئے۔ اسکا دل نہیں بھرا تو بار بار۔۔۔۔۔ اماں۔۔۔۔۔ میرے پتر کے سامنے، میرے زین کے سامنے۔۔۔۔۔"

وہ روتے پیٹتے بولتی جاتی تھیں۔

"ناصف واپس لوٹا تو دیکھا کہ اسکے بھائی نے کیا کر ڈالا ہے۔ جب اسکا نشہ اترتا تو ہوش آئی کہ اس نے میرے ساتھ کیا کر دیا ہے۔ تب میاں جی۔۔۔۔۔ تب۔۔۔۔۔ اس نے وہیں۔۔۔۔۔"

وہ ماں باپ ایسے شدید غم سے نڈھال تھے۔ وہ دل پھٹنے کو تیار تھے۔ ایک بھائی نے دو بے کوزخ کر دیا تھا۔ ایک بھائی نے دو بے کی عزت کو قتل کر دیا تھا۔

"بول۔۔۔ بول چپ کیوں کھڑا ہے۔۔۔ بول یہ جھوٹ ہے۔۔۔ میرا پتر بول۔۔۔ ادھر میری طرف دیکھ۔۔۔۔۔"

ماں کو دیکھ، میرے ساتھ نظر ملا۔۔۔۔۔ کہہ یہ جھوٹ ہے"

اس نے نظر نہیں اٹھائی، سر مزید جھکا لیا

"میں شیطان ہوں ماں جی۔۔۔۔۔ میں بہک گیا تھا۔۔۔۔۔"

حویلی کے صحن نے ایک اور لاش دیکھی، ایک اور جنازہ، ایک اور بیوہ اور ایک یتیم۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

لاشوں کا کاروبار ہوا۔ غیر کو سولی چڑھنے سے بچا لیا گیا تھا، اب کی بار تو اپنا خون تھا۔ یہ ہوا کہ معافی فاخرہ نے ہی دی تھی۔ اسکا ظرف بڑا تھا اور حوصلہ آسمان جیسا تھا۔ شاید اس لیے کہ کبھی دل میں وہ قاتل بستا تھا۔

"کسی کی منکوحہ ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے محبت کرنے والی عورتوں بد کردار ہوتی ہیں"

وہ بات اب بھی انکے دل میں آنی کی طرح اٹکی تھی۔ اسکی چھن انہیں جینے نہیں دیتی تھی۔

وقت گزرتا گیا اور یوں لگنے لگا کہ اب سب ٹھیک ہے۔ حویلی پہ چھائی نحویت چھٹنے لگی ہے اور سیاہ دن بیت گئے ہیں۔ نئی پود جوان ہو رہی تھی، سب اپنی اپنی زندگیوں میں پر سکون جھیلوں کی طرح بہہ رہے تھے۔ پر ان جھیلوں میں بہت سے بھنور پوشیدہ تھے۔ دل صاف دکھائی دیتے تھے پر صاف نہیں تھے۔ واصف کی شادی کر دی گئی، دو بچے ہو گئے۔ زیب النساء اور احمر کی بات پکی ہو گئی۔ جب لگنے لگا کہ اختتام "سب ہنسی خوشی رہنے لگے" کی طرف جا رہا ہے، تب بازی پلٹانے کے لیے مقدر نے نئی چال چل دی۔

بلال تائی امی کالے پالک تھا۔ انکی کسی دوست کا بیٹا تھا۔ وہ بیوہ تھیں اور دوسری شادی ہو گئی تو بچہ سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ تائی امی کے لیے دو بیٹے پالنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ تو وہ احمر کا بھائی بن گیا۔ ہر خوشی غمی میں حصہ دار، ہر نعمت میں سا جھے دار۔

اسکے کان بھرے جاسکتے تھے۔ اسکا دل موڑا جاسکتا تھا۔ ہر وہ انسان جس سے زندگی نے کبھی سب کچھ چھینا ہو، اسے زندگی سے متنفر کیا جاسکتا ہے۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

اسے کاروبار کرنا تھا۔ شہر میں کوئی لڑکی تھی جس سے شادی کرنی تھی۔ بیرون ملک جانا تھا اور۔۔۔۔۔
"کسی بھول میں نارہنا بیٹا۔ بھابھی کے لئے احمر ہی بیٹا ہے۔ سوتیلے کب سگے بنائے جاتے ہیں بلال۔ معاف کرنا پرتو
ہے ہی کیا؟؟؟ احمر کے سامنے؟؟؟ ناجاب نا تعلیم۔ وہ کیوں تجھے کاروبار کروائیں گے؟؟؟ کیوں خاندان کے باہر
کسی لڑکی سے بیاہیں گے؟؟؟؟؟؟؟"

فاخرہ نے اٹھتے بیٹھتے یہی تعویذ اسکے دل میں دبا دیئے تھے۔ وہاں لکیر پڑ گئی۔ اس نے انکا پہنایا کالا چشمہ پہنا تو ہر شے
کالی سیاہ ہو گئی۔

"میں دوں گی پیسے۔ جتنے چاہئے ہیں اس سے زیادہ۔ یہاں رہ کر تیرا کچھ نہیں بنے گا۔ حویلی چھوڑ اور بڑا سوچ"
انہوں نے شہر کا قیمتی پلاٹ اسے دیدیا۔ اپنے زیورات میں سے بہت کچھ۔ اے ناکہ اسکا منہ بند ہو گیا اور اس نے اپنی
طنابیں انکے ہاتھ میں دیدیں۔

کسی کے لکھے کو اسکے جیسے لکھنا کوئی مشکل کام ہے؟ وہ بھی تب جب زندگی کا مقصد ہی یہ ہو۔ انکے ہاتھوں نے احمر کے
ہو بہو لکھا اور ویسے ہی زیب النساء کی لکھائی میں۔ دسیوں محبت نامے زیب النساء کی طرف سے بلال کے نام اور ایک
احمر کی لکھائی میں زیب النساء کے نام
"مجھ سے چھت پہ ملو"

نہن النساء خرید ذوالفقار

اف توبہ۔ بہت مزا آیا جب احمر خالہ کو لینے شہر گیا اور پیچھے سب ویسے ہی ہوا جیسے انہوں نے چاہا تھا۔ یہ تو انہیں یقین تھا کہ تائی کو ایک بہانے کی ضرورت ہے اور وہ زیب النساء کو احمر سے دور کر دیں گی۔ ایک بد کردار لڑکی کو کون اپنی بہو بناتا

"میں زیب النساء کو اپنی زین کی دلہن بناؤں گی"

انہوں نے جتنی نظروں سے واصل کو دیکھا۔ گویا مرے ہوئے کو مار دیا۔ یوں کہ تم حیوان ہو پر میں انسان سے بڑھ کر کچھ۔ تم نے عزت لوٹی، تو آج تمہاری عزت بچا رہی ہوں۔

احمر جو اس رات اور اگلے دن نہیں آیا، اس میں فاخرہ کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ وہ سارا کچھ اس ماں نے کیا تھا جو ہر صورت اپنے بیٹے کو زیب النساء سے دور رکھنا چاہتی تھیں۔ اس لڑکی سے جسکی ماں انکے شوہر کے قاتل کی بہن تھی۔ وقت نے انکے سارے زخم نوچ ڈالے اور احمر کو کیسے بھی کر کے شہر میں روکے رکھا گیا۔

سب کچھ ویسے ہی ہوا جیسے چاہت تھی۔

وہ بد کردار ثابت ہوئی۔ پر اس جملے کا دوسرا حصہ ابھی سننا ابھی بولنا باقی تھا۔ اور وہ آسانی سے ہو بھی جاتا

اگر۔۔۔۔۔

READERS CHOICE

زین نے ساری بساط الٹ دی۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

یہ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ زیب النساء کے لئے تڑپنے لگا، اسکے بارے میں سوچنے لگا، اسکا احساس کرنے لگا اور جو غور سے سنا تو انہوں نے زین کے دل کو اسکے لئے دھڑکتے سنا۔ یہ انکے ہوش اڑا گیا۔ وہ تو ایسے نہیں ہونا تھا۔ یہ ہر گز ہر گز نہیں ہونا چاہیے تھا۔

پھر جب وہ اسے لیکر شہر چلا گیا، انہیں لگا وہ ہار گئی ہیں۔ بیٹا ہاتھ سے نکل رہا تھا اور یہ انہیں ہر گز گوارہ نہیں تھا۔ وہ اسے لیکر حویلی آیا جب انہوں نے وہ کھیل رچایا۔

احمر کو تو ہمیشہ انہوں نے ہی اکسایا کہ محبت سے دستبردار ہونا تو بزدلی ہے۔ یوں کہ اسے زیب النساء کے لئے تگ و دو کرتے رہنا ہے۔ باتوں باتوں میں اسے محبت کے لئے تڑپانا یہاں تک کہ کبھی وہ پکارے تو یہ اسکی طرف کھنچا جائے۔ اور اس دن یہی ہوا۔ زیب النساء کی ڈائری پہ لکھی وہ تحریر دیکھ کر انہیں پتہ تھا احمر ضرور آئے گا۔ تب انکے کلیجے کو ٹھنڈ پڑی۔

"کسی کی منکوحہ ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے محبت کرنے والی عورتوں بد کردار ہوتی ہیں"

آصف کی شکل دیکھنے والی تھی۔ انکے کلیجے کو ٹھنڈ پڑی کہ اب بدلہ پورا ہوا۔

تب قدرت کا بدلہ شروع ہوا۔

بلال کو دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گری تھی۔ زین جلدی سے اسکی طرف دوڑا۔ وہ مکمل طور سے ہوش و حواس کھو چکی تھی۔ اس نے ہولے سے اسکا ہاتھ تھام کر دھڑکنیں محسوس کرنا چاہی تھیں پر وہ جیسے زندگی سے دور جا چکی تھی۔ پیلا زردی جیسا رنگ، برف جیسے لمس اور بے سدھ۔ اسے لگا وہ زیب النساء کو ہمیشہ کے لئے کھونے والا ہے۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

اسے ہسپتال لے جایا گیا تھا۔

"نروس بریک ڈاؤن"

وہ مسلسل بے ہوش تھی۔ بلڈ پریشر انتہائی کم تھا جسکی وجہ سے وہ شاک میں جا چکی تھی۔

"ہم کوشش کر رہے ہیں، آپ دعا کریں اللہ خیر کرے گا ان شاء اللہ"

اسے انتہائی نگہداشت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ہسپتال لیکر اسے زین آیا تھا جب ساتھ احمر، مہر النساء اور امی تھیں۔ چچی

کا ہاتھ احمر نے جھٹک دیا اور اسکے باپ کو بھی ساتھ آنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ لوگ ہسپتال پہنچے تھے۔ زین وغیرہ کوریڈور میں ہی تھے جب تائی امی، چچی اور باقی لوگ آئے تھے۔

"کیسی ہے میری بچی۔۔۔ میری زیب النساء ٹھیک تو ہے نا۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔"

زین خاموش سا، آئی سی یو کے دروازے کے سامنے دیوار بنا کھڑا رہا۔

"زندہ ہے، آپ سب جلدی آگئے ہیں، ابھی زندہ ہے"

احمر نے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا اور سرد لہجے میں کہا تھا۔

READERS CHOICE

نہن النساء نرید ذوالفقار

"چلے جائیں واپس۔ وہ مر بھی گئی تو اسے واپس وہاں نہیں جانے دوں گا۔ آپ میں سے کسی کو اسکے لیئے رونے کی اجازت نہیں ہوگی، کسی کو اسکے لیئے بین کرنا نہیں پڑے گا"

"میرا پتر ہم سے غلطی۔۔۔"

"چلے جائیں"

وہ پوری شدت سے حلق کے بل چلایا تھا۔ اپنی جگہ سے تن کر کھڑا ہوا یوں کہ ان سب پہ قہر بن کر برس جائے گا۔

"وہ مر جائے گی۔۔۔۔۔ وہ مر جائے گی۔۔۔۔۔"

اس انسان کی بے بسی کی کیا حد تھی؟ وہ کیا کر سکا تھا؟ وہ کیا کر سکتا تھا؟ اسکا جو نقصان ہوا تھا، اسکا کوئی مداوا تھا؟

"چلے جائیں۔۔۔۔۔ چلے جائیں"

اسکے ساتھ جتنا برا کیا، اسکی پوری پوری سزا مل گئی مجھے زین۔ وہ سارا پیسہ کاروبار میں جس دوست کے ساتھ انویسٹ کیا، وہ گھپلہ کر کے سب ہڑپ گیا اور مجھے سڑک پہ لے گیا۔ دوست سے دھوکہ کھایا اور پھر محبت نے دھوکا دیا۔ میری بیوی، میری محبوب بیوی۔۔۔۔۔"

زین کو اس ساری رام کتھا سننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جب کوئی خدا کی زمین پہ اسکے بندے کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو اسی دن سے گنتی شروع ہو جاتی ہے، اس دن تک کہ جب وہی زیادتی کئی گنا کر کے اسے لوٹائی جاتی تھی۔

"میں تمہیں بتاؤں تمہارے ساتھ کیا ہوا بلال؟"

نہین النساء خرید ذوالفقار

احمر نے ٹھنڈے لہجے میں اسے کہا تھا۔

"زیب کی کوئی بد دعا مقبول نہیں ہوئی۔ تمہارے ساتھ بس انصاف ہوا۔"

وہ بنا کسی تاثر کے اسے دیکھتا رہا۔

"تم پہلے میرے کچھ لگتے تھے اور ناہی اب لگتے ہو۔ تم ہو کہ نہیں، کیا کیا نہیں، اب یہ سب بے معنی ہیں۔"

"مجھے اس سے معافی مانگنی ہے"

اس نے گہری سانس بھری

"دعا کرو وہ زندہ رہے۔ معافی تو ہم سب نے مانگنی ہے"

وہ مسلسل آئی سی یو میں تھی۔

علاج جاری تھا۔ زین نے ان میں سے کسی کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ سب حویلی واپس لوٹ گئے تھے۔ بس وہ اور احمر رہ گئے تھے۔

"تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں اس دن زیب النساء کے کمرے میں کیوں گیا تھا؟؟؟؟؟"

شام ہو لے ہو لے گہرے عنابی رنگ میں ڈھل رہی تھی۔ وہ دونوں کھڑکی کے سامنے کھڑے تھے جسکے دوسری طرف زرا زرا آسمان نارنجی ہو چکا تھا۔

نہین النساء خرید ذو الفقار

"وہ رقعہ مجھے ملا اور میں نے یہ مان لیا کہ وہ زیب نے لکھا ہے۔ چھوٹے بھائی، تمہیں بھی لگتا ہے میں اتنا گھامڑا انسان ہوں؟؟؟؟؟"

زین اب بھی خاموش رہا

"وہ اس نے نہیں لکھا تھا، یہ میں اس بند پرچے کو دیکھتے ہی جان گیا تھا۔ اس میں زیب النساء کی خوشبو نہیں تھی۔ وہ ایک چال تھی، مجھے پتہ تھا۔ میں پھر بھی اس چال میں پھنس کر اس کمرے تک پہنچا، کیوں؟؟؟؟؟"

"کیوں؟؟؟؟؟"

زین نے اسے بغور دیکھا

"کوئی کیسا بھی کھرا بندہ ہو، کسی لمحے رب پہ مشکوک ہو ہی جاتا ہے۔ تب جب کچھ مانگے جو اوقات سے بڑا ہو، ایک لمحے کو سہی دل میں شک آتا ہے۔ زین وہ ایک پل کا شک، میں وہ مٹانے گیا تھا۔ وہ ایک شائد کہ شائد۔۔۔۔۔ شائد وہ چور ہے، شائد، وہ مجرم ہے، شائد۔۔۔۔۔ اس شائد کا پردہ فاش کرنے میں وہاں گیا تھا"

وہ زرار کا

"میری جیب میں چھری تھی زین۔ اس دن اس کمرے سے کسی ایک نے زندہ باہر آنا تھا۔ وہ رقعہ سچا ہوتا تو میں اپنی جھوٹی محبت کا خون کر دیتا۔ اگر وہ جھوٹا نکلتا تو زیب النساء کے جھوٹے محبوب کا خون بہتا۔"

زین کے اس کے چہرے پہ پھیلتی شام کو افسردگی سے دیکھا تھا۔

نرمين النساء نريد ذو الفقار

"دعا کرو وہ زندہ رہے۔ مجھے بھی تو اس سے معافی مانگنی ہے زین۔ اس پل کے لئے جب میری محبت میں شک گھل

گیا۔ جب میں نے سوچا شائد۔۔۔۔۔"

اس نے کرب سے آنکھیں موند لی تھی۔ ایک بے بس آنسو اسکے گال پہ بہہ نکلا تھا۔

اس دن اسے پہلی بار ہوش آیا تھا۔

کچھ دیر کے لئے اور وہ پھر سے سو گئی تھی۔ اگلی بار وہ جاگی تو اس نے باپ کو پکارا تھا۔

"ابو-----"

وہ جواتنے دنوں سے حویلی والوں کے سیلاب کے آگے بندھ بنا کھڑا تھا، آئی سی یو کے دروازے سے ہٹ گیا۔ اس

نے کیسے سوچ لیا تھا کہ اسکی چار دن کی ہمدردی اسے اسکی زندگی کے ہر فیصلہ لینے کا حق دے چکی ہے۔

"دودودودودودی"

ٹھیک ہے وہ اسکے مجرم تھے، ان کا معاملہ اسکے ساتھ تھا۔ وہ درمیان میں ثالثی بننے والا کون ہوتا تھا۔ پھر جب اسے

ہوش آیا تو وہ سب وہاں جمع تھے۔ وہ سب جن سے اس نے زخم پائے تھے۔

سب سے پہلے بندھے ہاتھ اس نے داداجی کے دیکھے تھے۔ اسے چند دن پہلے کی ماریاں یاد تھیں جسکے نیل ابھی تک اسکی کمر

یہ تھے۔ پھر تائی امی تھیں۔ وہ جنہوں نے پہلی بار اسے بدکردار کہا تھا اور پھر اسکا نام ہی بھول گئی تھیں۔ پھر ابو تھے۔

اسکی آنکھیں بھرائیں۔ اس نے گہرا سانس لیا۔

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ سارے منظر الف سے یاتک ذہن کے پردے پہ تازہ ہو گئے۔ مہندی کی وہ رات۔۔۔۔۔ وہ الزام۔۔۔۔۔ وہ مار پیٹ۔۔۔۔۔ وہ بے اعتباری۔۔۔۔۔ زبردستی کا رشتہ۔۔۔۔۔ ماں باپ کی نفرت۔۔۔۔۔ مہراں کی گالی۔۔۔۔۔ تائی کی نظریں۔۔۔۔۔ وہ شک۔۔۔۔۔ وہ رقعہ۔۔۔۔۔ وہ ڈائری۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔

بوگن ویلیا کا وہ پھول جو ڈائری میں پڑا سوکھ چکا تھا۔

"میں نے اللہ کے لئے سب کو معاف کیا۔۔۔"

اور وہ شخص کیسا ٹوٹ کہ بکھرا ہوا تھا جس نے یہ کہا کہ میں تمہیں اس لئے معاف کر رہا ہوں کہ کل خدا کے سامنے بھی میرا تم سے آمناسا منانا ہو۔۔۔۔۔

"میں نے تمہیں بھی معاف کیا۔۔۔"

چوکھٹ میں کھڑے بلال کو ایک آخری بار دیکھ کر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

اسلام علیکم!

ہمارے ادر گرد بہت سے کردار ہیں جن کو ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان کرداروں کو بخوبی لکھ سکتے ہیں تو اٹھائے قلم اور لکھ دیجئے ایک ایسی کہانی جو دلوں کو چھو لے اور ان کرداروں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کو بھی اجاگر کریں۔ ریڈرز چوائس

نہین النساء مزید ذوالفقار

آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے کہ جہاں [/https://ezreaderschoice.com](https://ezreaderschoice.com)

آپ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔ آج ہی ہمیں اپنی تحریر ارسال کریں جس کو ہم ایک ہفتے کے اندر اپنی ویب سائٹ اور دیگر سوشل میڈیا گروپ میں شامل کریں گے۔

مزید تفصیلات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

واٹس ایپ نمبر کے لیے ابھی میل کیجئے

Facebook ID: <https://www.facebook.com/mubarra1>

Email address: mobimalik83@gmail.com

readerschoicemag@gmail.com

Facebook groups : **Readers Choice,**

زین نے شدت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ان کا ظرف پہاڑ جیسا ہو گا امی، میرا نہیں ہے۔ میرا نہیں ہے۔ آپ نے انکی زندگی برباد کر کے معافی مانگی اور مل گئی، یہ آپکا اور انکا معاملہ ہے۔ آپ نے میری زندگی برباد کی اور معافی مانگ رہی ہیں، آپ یہ کر بھی کیسے سکتی ہیں؟؟؟؟؟"

نہن النساء نرید ذوالفقار

وہ برآمدہ پار کر گیا۔ وہ باقی بچے کھچے سامان کو بیگ میں بھر کر ہمیشہ کے لئے حویلی سے جا رہا تھا۔ چچی کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ اس کے پیچھے لپکی تھیں اور اس کا بازو جکڑا

"میرا پتر ایسے ناکر۔۔۔ میں تیری ماں ہوں۔۔۔ ماں کو یوں ذلیل ناکر۔۔۔ میرا پتر ایسے ناکر۔۔۔ میرے سے گھ ناموڑ۔۔۔۔۔"

اس نے سختی سے بازو چھڑوایا اور آگے بڑھا۔ وہ روتی ہوئی پیچھے آئی تھیں۔

"زین، نہیں۔۔۔ زین تجھے الٹا واسطہ ہے ناجا۔۔۔ زین نہیں۔۔۔ زین میرا پتر نہیں۔۔۔۔۔"

وہ زمین پہ بیٹھ گئیں جب اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور پوری شدت سے چلایا

"وہ مجھے چھوڑ دیں گی امی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسکی بوٹی ہوئی آنکھوں سے وہ خوف بہہ نکلا جو اتنے دنوں سے اسے پر پیل ڈرا رہا تھا۔

"وہ اب مجھے چھوڑ دیں گی۔ اس سب کے بعد، اس سب کے بعد وہ مجھے چھوڑ دیں گی۔۔۔۔۔"

کسی چھوٹے سے بچے کی طرح وہ بلک بلک کر رو پڑا تھا۔ دونوں گھٹنوں کے بل وہ صحن کے پکے فرش پہ بیٹھتا چلا گیا۔

"ان کو برباد کرتے کرتے آپ نے مجھے برباد کر دیا۔ ان کا نقصان جو ہوا سو ہوا، مجھے بھی خسار ہوا۔ ان کا دل ٹوٹا، سو

ٹوٹا امی۔۔۔۔۔ اب میرا ٹوٹے گا۔۔۔۔۔ وہ مجھے چھوڑ جائیں گی امی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئی نفی میں سر ہلارہی تھیں۔ وہ انہیں دیکھ نہیں پارہا تھا۔ آنسوؤں سے بھیگی آنکھوں کے سامنے ہر منظر

دھندلا گیا تھا۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"معاف کرنے سے سب ٹھیک ہو جاتا ہے؟ دل کو سکون مل جاتا ہے؟ ٹوٹے جڑ جاتے ہیں؟؟ گھاؤ بھر جاتے ہیں؟؟؟
ہیں امی بتائیں، آج یہاں آپکو معاف کر دوں تو وقت پیچھے کی طرف پلٹ جائے گا؟؟؟ جو سب ہوا، یہ نہیں ہوا گا
؟؟؟ امی؟؟؟ معاف کر دوں آپکو، پھر وہ رک جائیں گی؟؟؟ یا یہ ہو گا کہ وہ پھر میری زندگی میں داخل ہی نہیں
ہوں گی؟؟؟؟؟ بتائیں، اگر یہ ہو جائے گا تو آج، ابھی میں آپکو معاف کرتا ہوں۔"

اسکی طبیعت پہلے سے بہت بہتر تھی۔

وہ بیماری بھی ذہنی تناؤ کے سبب تھی، اسکے رفع ہوتے ہی وہ صحت یاب ہونے لگی تھی۔ اس دن اسے ہسپتال سے
ڈسچارج کیا جانا تھا۔

زیب النساء چادر اوڑھے کوریڈور میں بیچپہ بیٹھی تھی جب اس مخصوص سی آہٹ پہ اس نے سر اٹھایا۔ دل کی
دھڑکنیں اس صورت کے نظر آتے ہی بے تال ہونے لگی تھیں۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا لیکن اس ایک ہی لمحے کے دیکھنے
میں وہ اسکی آنکھوں میں اسکی خواہش، اسکی فریاد، اسکی چاہت پڑھ چکی تھی۔

وہ سوال جو سب کے دلوں میں تھا۔

وہ نظریں چرا گئی تھی۔
READERS CHOICE

احمر کی آنکھوں میں کانچ جیسی وہ خواہش تڑک گئی تھی۔ وہ بے یقین سا کھڑا رہ گیا۔ بہت سارے پل گزرے یہاں
تک کہ زین واپس آ گیا۔ زیب النساء اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پتھر کا محبوب ویسے ہی بت بنا کھڑا رہا تھا۔ زیب النساء

نہین النساء خرید ذو الفقار

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی زین تک گئی تھی۔ زین بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہستگی سے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ زین نے ہولے سے اسکا ہاتھ تھام لیا۔ ایک آخری بار زیب النساء نے پلٹ کر دیکھا۔ جانے کب وہ بت زندہ ہو گیا تھا۔ یوں کہ اسکے ٹوٹے دل کی آہ نمکین پانیوں کا روپ دھار کر اسکے رخسار پہ بہہ نکلی تھی۔ وہ آخری بار تھا جب زیب النساء نے اسے دیکھا تھا۔

آہٹ پہ چونک کر چچی نے سراٹھایا۔

دروازہ دور تک کھلتا چلا گیا اور اندھیرے میں فرش پہ دور تک روشنی کی لکیر پھیل گئی۔ واصف کا سایا کمرے میں پہلے داخل ہوا تھا۔

ہولے ہولے چلتے وہ کمرے میں داخل ہوئے اور پلنگ کے دوسرے کونے پہ پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ فاخرہ نے ٹانگیں سمیٹ لیں اور انہیں بغور دیکھا۔ مجلگی روشنی میں وہ انکے چہرے پہ پھیلی تاریکی دیکھ سکتی تھیں۔ "میں نے تم سے سچی محبت کی تھی واصف۔ تم نے میری قدر کی اور ناہی میری محبت کی قدر کی۔۔۔"

انہوں نے گہری سانس بھری

"کاش تم نے مجھ سے محبت نا کی ہوتی۔۔۔ کاش تم نے مجھ سے نفرت کی ہوتی۔۔۔"

انہوں نے رخ موڑ کر انہیں دیکھا۔

"نفرت بھی مجھے ایسے برباد نا کرتی فاخرہ جیسا تمہاری محبت نے مجھے برباد کیا۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

اندھیرے میں وہ ان نظروں میں بجھے دیپ دیکھ سکتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان بوڑھی سوکھی آنکھوں سے آنسو گال پہ بہہ نکلا تھا۔ واصف انہیں دیکھتے ہی رہے۔ ان آنکھوں میں آج بھی وہ منظر قید تھا۔
شہر کا گھر۔۔۔ وہ چھوٹا سا صحن۔۔۔ بوگن ویلیا کے اڑتے پھول۔۔۔ واصف کا بازو کھینچتی ہوئی فاخرہ۔۔۔ محبت کو ترسی، محبت کی بھیک مانگتی ہوئی۔۔۔ دامن چھڑوا کر باہر کی طرف جاتا واصف۔۔۔۔۔ انہوں نے پلکیں جھپکی تھیں۔

ناصر کا گھر میں داخل ہونا۔۔۔ بیوی کو بھائی کے سینے سے لگتا دیکھنا۔۔۔ اسکا واصف کو کہتے سنا مجھے ان سب سے دور لے جاؤ۔۔۔۔۔ واصف کا کہنا

"کسی کی منکوحہ ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے محبت بد کردار عورتیں کرتی ہیں"
پلکیں جھپکتے ہی منظر بدلا تھا۔

وہ لڑائی نہیں تھی۔ تکرار تھی۔ دو بھائیوں کی نہیں، بی بی شوہر کی۔ پھر وہ چھری درمیان میں آگئی۔
واصف نے ہاتھ آگے بڑھایا تو فاخرہ نے دیکھا۔ وہ وہی چھری تھی جس سے اس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا۔ اس خوف سے کہ وہ خاندان بھر کے سامنے اسکی محبت کا راز فاش کر دے گا۔

انہوں نے ایک بار پھر گہری سانس بھری۔

"یہ تم نے کیا کر ڈالا۔۔۔ فاخرہ۔۔۔ واصف۔۔۔ اٹھو۔۔۔۔۔"

نہن النساء نرید ذوالفقار

پھر جو ہوا سب کو ہی پتہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ ایک راز تھا، وعدہ تھا جو اس لمحے واصف نے اپنے مرحوم بھائی کی عزت رکھنے کے لئے خود سے کیا تھا۔ اپنی عزت نوچ کر اس نے بھائی کی لاش کو ڈھانپ دیا۔

"میں نے تم سے سچی محبت کی تھی واصف"

فاخرہ کو کہیں دور سے آتی اپنی آواز سنائی دی تھی۔ واصف نے وہ نہیں سنا تھا۔ انہوں نے حویلی کے صحن میں، بھائی کے لاشے کے پاس فاخرہ کے جھوٹے بین سنے تھے۔ پھر انہوں نے فاخرہ کو دیکھا تھا۔

"اپنے بھائی کا قتل تمہیں معاف کر دیا تھا۔ اپنی بیٹی کی زندگی کا برباد کیا جانا معاف نہیں کروں گا"

اس دن جب وہ فاخرہ کے کمرے سے نکلے تو وہ چھری خون سے لال تھی۔ فاخرہ کے کمرے سے وہ سرخ لکیر برآمدے میں آرہی تھی۔ وہ چلتے ہوئے ماں کے پاس آئے تھے اور چھری انکے پیروں میں رکھ کر خود بھی شکستہ سے بیٹھ کر ماں کی گود میں سر رکھ دیا تھا۔

"آپکے بیٹوں کو یہ زندگی راس نہیں آئی اماں"

بڑے سال گزرے۔

کئی عیدیں گزر گئیں پر حویلی پھر آباد نہیں ہو سکی تھی۔ نفرت کا گھن اسے ایسی شدت سے کھا گیا کہ دیکھتے دیکھتے وہ درو دیوار کھوکھلے ہو گئے۔ واصف چچا کو عمر قید کی سزا ہو گئی تھی۔ داد ادا دی نے اب کی بار کوئی عرضی ڈالی ناسزا کم کرنے کی اپیل کی۔ آگے پیچھے کی عید پہ دونوں بڑھا بڑھا دیا دنیا سے چلے گئے۔ احراماں کو لیکر ہمیشہ کے لئے شہر چلا گیا۔

زمین النساء خرید ذوالفقار

امی، مہر اور مہران کچھ عرصہ وہاں رہے پھر جب وحشت بڑھی تو گاؤں چھوڑ دیا۔ زین بہت پہلے زیب النساء کو وہاں سے لے جا چکا تھا۔

وہاں سے دور، وہ چھوٹی سی جنت جسے محبت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس چھوٹے سے صحن میں جہاں دیوار کے ساتھ ساتھ دیسی گلابوں کی جھاڑیاں گلابوں اور ڈوڈیوں سے بھری رہتی تھیں۔ سیڑھیوں پہ رکھے گملوں سے بیلین لٹکتی زمین چھونے لگی تھیں۔ عشق پیچاں، ڈیلیا، چھوٹی موٹی اور زرگھس کے بوٹے جو رنگ رنگ کے پھولوں سے سبھی رہتی تھیں۔ وہ عید کی صبح جب بوگن پہ لال شراروں جیسے پھول برسے تھے، زیب النساء کا دل کھیتوں کے لیے مچل گیا تھا۔

وہ اس عید پہ اسکے ساتھ وہاں آیا تھا۔ بہت سالوں بعد جب واڈیاں ہو چکی تھیں۔ سنہری کھیتوں میں جگہ جگہ گندم کے گھڑباندھ کر رکھے گئے تھے۔ سورج تپش برساتا تھا اور فالسے کے بوٹے زرد زرد پھولوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس ٹھنڈی مٹی کی پگڈنڈی پہ زیب النساء کا دل کسی بچے کی طرح مچل کر دیوانہ وار بھاگنے کو چاہا تھا۔ وہ جسکے اطراف میں دھریک کی ڈالیوں نے چھاؤں کی ہوئی تھیں، اور ہوا کے جھونکے اسکے عطر بھرے پھول فضا میں اڑاتے تھے۔

"آپ نے پھر سے شاعری لکھنا شروع کر دی ہے نا؟؟"

زین نے اس سے پوچھا جب وہ لال آنچل سنبھالتی، آنکھیں میچ کر، بور سے بھرے آم کے پیڑ پہ چہکتی کوئل کو کھوج رہی تھی۔

نہین النساء خرید ذوالفقار

"تمہیں کس نے کہا؟؟؟؟؟"

اس نے اچھنبے سے اسے دیکھا

"میں نے آپکی ڈائری میں پڑھا تھا۔۔۔"

"تم بد تمیز۔۔۔۔"

اب کہ وہ دوڑتے قدم یوں تھے کہ انکی شرارت بھری مسکراہٹ کی گونج دور تک پھیل گئی تھی۔ وہ اس پیڑ تک پہنچے تھے۔ شفاف پانی کے نالے کنارے، وہ لال پھولوں والا درخت جسکا تنا مضبوط تھا۔ اس نے ہولے سے اسکا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اب یہ ہوا ہے کہ میں رشتہ نبھانا چاہتا ہوں۔ زیب، اب میں محبت کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے دل کی سرزمین پہ، زمہ داریوں کی بنیادوں پہ اب میں آپکے لئے ایک سلطنت بنانا چاہتا ہوں۔ زیب۔۔۔۔ یہاں آپکے نام کے پاس، میں اپنا نام لکھنا چاہتا ہوں"

زین نے وہ نام لکھنا شروع کیا تھا۔ وہ نام جو دنیا کا سب سے خوبصورت نام تھا۔ وہ جس سے کوئل چڑتی تھی۔ وہ جو گلابوں کے باغ کو منہ زبانی یاد تھا۔

زین النساء "READERS CHOICE"